جہاد

اور دہشت گردی

چند عصری تطبیقات

مرتب

ڈاکٹر محمد امین

انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ کونسل لاہور

جہاد اور دہشت گردی

چند عصری تطبیقات

مجلس فکر و نظر' لاہور کے زیر اہتمام
پاکستان بھر کے منتخب علماء و اسکالرز کے مقالات و خطبات

مرتب: ڈاکٹر محمد امین

انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ کونسل، لاہور

فہرست

0300-8539686

پیش لفظ

مجلس فکر ونظر لاہور کی ایک علمی مجلس ہے (آج کل کی اصطلاح میں تھنک ٹینک) جس کے پیش نظر یہ ہے کہ مسلم معاشرے کو درپیش جدید مسائل پر اہل علم کو غور وفکر کا موقع مہیا کرے اور یہ کام وہ مسلکی وابستگی سے بالاتر رہتے ہوئے بلکہ سارے مکتب ہائے فکر کے اہل علم کو مجتمع کر کے کرتی ہے (مجلس کے تعارف کے لیے دیکھیے پیش لفظ کے بعد کی تحریر) تاکہ ممکن حد تک امت کے اہل علم کی طرف سے ایک متفقہ موقف سامنے آسکے۔

مجلس وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر علمی مجالس منعقد کرتی رہتی ہے۔ اس طرح کا ایک اجلاس مجلس نے ۲۰۰۵ء کے اوائل میں "جہاد اور دہشت گردی کی عصری تطبیقات" کے حوالے سے کیا۔ جس کے لیے مجلس نے پہلے علماء کرام وسکالرز کو اس موضوع پر ایک تفصیلی سوال نامہ بھیجا اور ان سے مقالات لکھنے کی استدعا کی۔ اس طرح مجلس کو کئی وقیع تحقیقی مقالات موصول ہوئے۔ پھر مجلس نے ۲۲ رمارچ ۲۰۰۵ء کو اس موضوع پر لاہور میں ایک سمپوزیم منعقد کیا۔ اس سمپوزیم میں بہت سے علماء کرام اور اسلامی سکالرز نے حصہ لیا اور تقاریر کیں۔

یہ مجموعہ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، اس موضوع پر موصول ہونے والے مقالات اور چند منتخب خطبات پر مشتمل ہے۔ جن علماء کرام وسکالرز نے مقالات لکھے تھے ان کی تقاریر خصوصاً ہم نے تکرار کے خدشے کے پیش نظر شامل نہیں کیں۔

اس سمپوزیم کے آخر میں اگرچہ مجلس نے بنیادی اور متفق علیہ نکات پر مبنی ایک مشترکہ اعلامیہ شرکا کی طرف سے جاری کیا تھا تاہم ان مقالات وخطبات کا سنجیدہ قاری اس امر کا آسانی سے پتہ لگا لے گا کہ اس موضوع پر علماء کرام واسلامی سکالرز کے نقطۂ ہائے نظر میں کافی اختلاف ہے۔ تاہم اخلاص سے کیا جانے والا سنجیدہ اختلاف چونکہ قابل مذمت نہیں ہوتا اس لیے امید ہے قارئین اس گلدستہ ہائے رنگارنگ سے متمتع ہوں گے۔

ہم نے کسی مقالے یا خطبے میں کوئی کمی بیشی کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہر آدمی کی تحریر وتقریر کو جوں کا توں پیش کر دیا ہے۔ یوں یہ مجموعہ مقالات مجلس فکر ونظر، کسی فرد یا کسی خاص گروہ کے نقطۂ نظر کا عکاس نہیں ہے بلکہ ہر صاحب مقالہ اور ہر صاحب خطبہ اپنے خیالات کا خود ذمہ دار ہے۔ راقم تو اس معاملے میں اتنی احتیاط کرتا ہے کہ وہ مجلس کی منعقد کردہ علمی مجالس میں عموماً اپنا نقطۂ نظر (رکھنے کے باوجود) پیش نہیں کرتا تاکہ اس پر کسی خاص نقطۂ نظر کی طرف داری کے حوالے سے گرفت نہ کی جا سکے۔

یہ مجموعہ بروقت مرتب کر لیا گیا تھا تاہم اس کی اشاعت کے اسباب مہیا نہ ہو سکے۔ ہم روزنامہ ''اُمت'' کے جناب سیف اللہ خالد صاحب کے شکر گزار ہیں کہ ان کی توجہ سے ''انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ کونسل'' لاہور کے زیر اہتمام اب اس کی اشاعت ممکن ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان مخلصانہ مساعی کو قبول فرمائے اور امت کو ان سے نفع پہنچے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

لاہور، ۳۰ رجولائی ۲۰۰۸ء
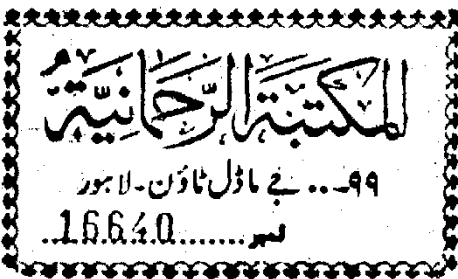
ڈاکٹر محمد امین

موضوع اور مجلس کا تعارف*

ڈاکٹر محمد امین**

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

معزز علماء کرام، مکرم پروفیسر صاحبان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میں اس علمی مجلس میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ دور دراز سے مشقت برداشت کر کے اور اپنی علمی و تدریسی مصروفیات سے وقت نکال کر یہاں تشریف لائے۔

یہ آج سے تقریباً دس سال پہلے کی بات ہے جب راقم انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی الشریعہ اکیڈمی میں کام کرتا تھا، اسلامی نظریاتی کونسل اس وقت معطل تھی اور ویسے بھی ایک سرکاری ادارہ ہونے کی وجہ سے اس کی کچھ اپنی حدود و قیود ہیں' تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ معاشرے کی دینی رہنمائی کے لیے ایک ایسا اجتماعی پلیٹ فارم ہونا چاہیے جس میں ہم ان سرکاری حدود و قیود سے بالاتر رہتے ہوئے اہل علم کو جمع کریں جن کا تعلق ملک کے سارے معروف مکتب ہائے فکر سے ہو*** کوئی ایک خاص رُخ یا خاص ڈائریکشن اس کو دینا مقصود نہ ہو یا اس سے مرضی کے نتائج حاصل کرنا پیش نظر نہ ہو، بلکہ اہل علم کے سوچ بچار کے لیے، ان

---

* یہ وہ افتتاحی تقریر ہے جو جہاد اور دہشت گردی کے موضوع پر ہونے والے سمپوزیم میں مرتب کتاب نے کی۔ کتابی ضرورت کے تحت اسے ابتدا میں نئے عنوان کے تحت پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین ابتدا ہی میں موضوع اور مجلس فکر و نظر لاہور سے متعارف ہو جائیں۔

** سینئر ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب و جنرل سیکرٹری مجلس فکر و نظر، لاہور

*** اس سمپوزیم میں اہل تشیع کو بھی بلایا گیا تھا لیکن وہ آئے نہیں۔

کے اظہار رائے کے لیے ایک ایسا علمی پلیٹ فارم ہو جہاں سے نہ صرف قوم کی دینی رہنمائی ہو بلکہ وہ ان کے درمیان تقارب اور باہمی یگانگت کی نمو و استحکام کا باعث بھی بنے۔

ہمارے ہاں دینی تعلیم کا جو ڈھانچہ ہے اور اس کی بنیاد پر جو ادارے تشکیل پاتے ہیں، ہماری مسجدیں ہیں' مدرسے ہیں اور ہماری دینی اور سیاسی جماعتیں ہیں...... یہ بڑی حد تک اپنے اپنے مسلک پر مبنی ہیں۔ دین کا ایک متوازن تصور اور ایک اجتماعی سوچ جو پوری اُمۃ کے لیے ہو وہ کچھ کمزور ہوگئی ہے تو اس لیے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر اس طرح کی ایک مجلس بنا لی جائے تو اس میں، آہستہ آہستہ ہی سہی' اتحاد العلماء کی ایک شکل بتدریج بنے گی اور علماء کرام اور دینی نقطۂ نظر سے سوچنے والے لوگ بالآخر، ان شاءاللہ، آہستہ آہستہ قریب آئیں گے۔

میں نے اپنے سینئرز اور علماء کرام' جو اسلام آباد میں تھے، کے سامنے یہ تجویز رکھی تو خلاف توقع دو بہت سینئر آدمیوں نے اس کو اتنا پسند کیا کہ انہوں نے کہا ہم اس میں عملاً شریک ہونا چاہیں گے۔ مولانا عبدالغفار حسن صاحب' اللہ تعالٰی ان کو صحت دے، محدث ہیں' جامعہ مدینہ میں برسوں پڑھاتے رہے۔ اُس وقت بھی بیمار تھے، ضعیف تھے، انہیں رعشہ کی بیماری بھی تھی لیکن انہوں نے نوجوانوں کی طرح کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور عملاً کام کیا۔ اسی طرح جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب جو اس وقت ہمارے ڈائریکٹر جنرل تھے' الشریعہ اکیڈمی میں' انہوں نے اس آئیڈیے کو بہت پسند کیا اور ان دونوں بزرگ اور سینئر ساتھیوں کی تائید سے ہم نے اس کو وہاں منظم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے کچھ دوستوں کے غیر مخلصانہ رویے کی وجہ سے وہ معاملہ کچھ آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں جامعہ پنجاب میں آنے کے بعد بھی یہ آئیڈیا مسلسل ذہن میں آتا رہا کہ اس تصور کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ کیا جائے۔ کچھ کام ہم نے کیے بھی، جن میں سے دو کا مختصر تذکرہ میں یہاں کرنا چاہوں گا۔

ایک تو یہ تھا کہ جب سپریم کورٹ کا اپیل بنچ سود والے مقدمے کی سماعت کر رہا تھا تو اس کے جو انچارج تھے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب، انہوں نے کراچی میں بیان دیا کہ باہر کے ملکوں میں جب اس طرح کا کوئی مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو ملک بھر کے تحقیقی ادارے اور یونیورسٹیاں اس میں شامل ہوتی ہیں اور اپنے نتائج تحقیق سامنے لاتی ہیں۔ ہم شہر شہر پھر

رہے ہیں، ہم نے اسلام آباد میں سماعت کی، لاہور میں کی، کراچی میں کر رہے ہیں' آج تک کسی یونیورسٹی کا پروفیسر' کسی اسلامی تحقیقی ادارے کا کوئی آدمی ہمارے پاس نہیں پہنچا۔ تو میں نے سوچا کہ بات تو جسٹس صاحب کی ٹھیک ہے۔ ان دونوں ہماری ڈین ہوتی تھیں پنجاب یونیورسٹی کی فیکلٹی علوم اسلامیہ وعلوم شرقیہ کی' ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ' تو میں نے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا آئیڈیا تو اچھا ہے' تین چار ادارے پنجاب یونیورسٹی میں ہیں اسلامی علوم کی تحقیق و تدریس کے۔ ان کو جمع کیا۔ پروفیسر حضرات کے سامنے یہ بات رکھی۔ الحمدللہ! انہوں نے اس سے اتفاق کیا۔ تو ہم نے کام بانٹ لیے۔ ایک ایک دو، دو سوال مختلف پروفیسر حضرات نے لے لیے اور یوں تین ہفتے کے اندر تقریباً اسی صفحات کی ایک مشترکہ رپورٹ سود کے مسئلے پر مدون کر کے فیکلٹی کی طرف سے ہم نے سپریم کورٹ کو بھیج دی۔

اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی اور ہم نے فیکلٹی کے احباب پر مشتمل ایک ڈھیلی ڈھالی 'مجلس فکر ونظر' تشکیل دے لی اور اس کے تحت ہم نے ہر تین ماہ بعد ایک اجلاس منعقد کرنا شروع کیا۔ اس میں ہم یہ کرتے تھے کہ ایک موضوع کسی اہل علم کو دیتے تھے کہ اس پر مقالہ تیار کر کے لائے اور دس پندرہ سوچنے سمجھنے اور پڑھنے لکھنے والے لوگوں کو بلاتے تھے کہ وہ اس پر بحث مباحثہ، تائید وتنقید اور اس آئیڈیے کو مزید ڈویلپ کرنے میں اور اس کی مختلف جہات پر غور کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ یہ سلسلہ ہمارے ہاں چلتا رہا۔ یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ میں ایک دفعہ پروگرام ہو رہا تھا جدید تعلیم میں مغربی تہذیب کے اثرات وغیرہ پر تو اس میں یہ بات سامنے آئی کہ دینی مدارس پر زیادہ یلغار ہے مغربی تہذیب کی بہ نسبت جدید تعلیم کے' لہٰذا اس پہ بھی غور ہونا چاہیے۔ تو ہم نے کہا کہ اس پر بھی ایک پروگرام رکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کے لیے موضوع تجویز کیا "دینی مدارس کا نظام تعلیم۔ خوبیاں' خامیاں اور اصلاحی تجاویز"۔ پھر خیال آیا کہ یہ پروگرام یونیورسٹی میں کیوں رکھا جائے جب اس کا تعلق مدارس سے ہے تو کسی بڑے دینی مدرسے میں رکھتے ہیں۔ تو ایک ساتھی نے کہا کہ میں جامعہ اشرفیہ والوں سے بات کرتا ہوں۔ جامعہ اشرفیہ میں مولانا فضل الرحیم صاحب سے بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں رکھ لیں۔ پھر جب پروگرام وہاں رکھنے کا طے ہوا تو ہمیں خیال آیا کہ کسی خاص مسلک کو سپورٹ کرنا یا

اس تک محدود رہتا تو ہمارے پیش نظر نہیں چنانچہ ہم نے مولانا صاحب کے مشورے سے سارے مکتب فکر کے علماء کو شرکت کی دعوت دے دی اور اس میں سب لوگ تشریف بھی لائے۔ عصر سے لے کر مغرب تک جامعہ اشرفیہ میں یہ مجلس ہوئی اس میں کئی معززین تشریف لائے۔ جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب' جواب ریٹائر ہو چکے تھے' ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب وغیرہ۔ تو کچھ رسمی باتوں اور چائے وغیرہ میں بھی کچھ وقت لگ گیا اور موضوع پر سیر حاصل گفتگو نہ ہو سکی۔ مغرب کے وقت جب ہم نماز کے لیے اٹھ رہے تھے' ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے کہا کہ کچھ تشنگی رہی ہے' وقت تھوڑا تھا۔ نماز کے لیے جاتے ہوئے اس موضوع پر بات ہوئی تو ڈاکٹر صاحب نے پیشکش کی کہ اگلا پروگرام ہمارے ہاں رکھیں اور مغرب کے بعد رکھیں تا کہ وقت کھلا ہو' اور کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائیں۔ میں نے کہا: الحمدللہ، یہ اچھی تجویز ہے۔

یوں اگلی دفعہ ہم نے وہ پروگرام جامعہ نعیمیہ میں ڈاکٹر نعیمی صاحب کے ہاں رکھا تو خیال آیا کہ بجائے اس کے کہ محض گفتند و نشستند و برخاستند والا معاملہ ہو اور بات ہوا میں اُڑ جائے کیوں نہ اس کو کوئی منظم شکل دی جائے۔ چنانچہ ہم نے دینی مدارس کے نظام تعلیم' خصوصاً اس کے نصاب میں، اصلاح کے لیے تین چار صفحے کا ایک ورکنگ پیپر تیار کر کے اس مجلس میں پیش کیا۔ پھر اگلے کئی مہینوں تک چاروں وفاقوں کے ذمہ داران کی جامعات میں اس مجلس کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ اور یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سال چلا۔ الحمدللہ! کہ اس کے نتیجے میں چاروں وفاقوں کے ذمہ دار علماء کرام نے ہماری ان تجاویز میں سے اکثر کو مان لیا اور اس پر اپنے تائیدی دستخط ثبت فرما دیے۔ اس طرح یہ ایک معمولی سی مجلس' جس کا کوئی ایسا بڑا تنظیمی ڈھانچہ نہیں ہے اور کوئی وسائل نہیں ہیں' ہم نے اس کے تحت الحمدللہ متفقہ تجاویز دینی مدارس خصوصاً ان کے نصاب کے حوالے سے تیار کیں اور علماء کرام کے تعاون سے اور ان کی مشاورت سے ان کو ایک فائنل شکل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ ☆

☆ اس پراجیکٹ کی تفصیلات ہماری کتاب "ہمارا دینی نظام تعلیم" میں موجود ہیں، مطبوعہ "کتاب سرائے" اردو بازار' لاہور

ان دو تجربات کی کامیابی کے بعد ہمارے اس پرانے خیال نے پھر انگڑائی لی کہ امت کو درپیش مسائل میں علماء کرام کی مشترکہ کوششوں کو سامنا لایا جائے۔ اتفاق سے ایک دن ہم مفتی محمد خاں قادری صاحب کی لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے یہ تجویز پیش کی۔ مفتی صاحب اور اُن کے رفقاء نے اس کی تائید کی۔ اب مختلف موضوعات پر غور شروع ہوا۔ ہم نے کہا کہ آج کل ہر جگہ جہاد اور دہشت گردی زیر بحث ہے کیوں نہ اسی موضوع کو لے لیا جائے۔ تو سب نے کہا کہ یہ ایک اچھا موضوع ہے اور آج کا برننگ ٹاپک ہے اس پر سوچ بچار ہونی چاہیے۔ دیگر علماء کرام سے مشاورت ہوئی تو انہوں نے بھی اس کی حمایت کی۔ تاہم اس پر کچھ تحفظات بھی سامنے آئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ اس موضوع کو نہ لیں، کیوں کہ اس موضوع پر سوچنے کے حوالے سے اتنا دباؤ ہے کہ لوگوں کے لیے حق بات کہنا آسان نہیں ہوگا۔ ہم نے ان کی رائے پر بھی غور کیا بعد میں چونکہ دوسرے علماء کرام نے اس موضوع کی حمایت کی' لہٰذا ہم نے اس موضوع کو زیر بحث لانے کا فیصلہ کرلیا۔ ضمناً یہ بات بھی کہتا چلوں کہ کل رات جب میں مختلف علماء کرام سے یاددہانی کے لیے رابطے کررہا تھا تو مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب جو ایم بی بی ایس ہیں' آئی اسپیشلسٹ ہیں اور بڑے عالم دین بھی ہیں' جامعہ مدنیہ لاہور میں فقہ پڑھاتے ہیں۔ تو ان سے بھی بات ہوئی' میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کل تشریف لائیں گے؟ کہنے لگے میری معذرت قبول کیجیے۔ میں نے کہا ہم تو توقع رکھتے تھے کہ آپ سے استفادہ کریں گے۔ کہنے لگے سچی بات یہ ہے کہ میں اس موضوع پر نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں اور نہ کچھ سننا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے ماحول ہی نہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس موضوع پر اظہار خیال کرنے میں کچھ لوگ آزادی محسوس نہیں کرتے لیکن میں اسے کچھ دوسری طرح سے دیکھتا ہوں۔ معاف کیجیے' جس وجہ سے آج ماحول میں اس پر تناؤ ہے۔ مغربی طاقتیں ہوں یا ہمارے فوجی حکمران، یہ آج ہیں کل نہیں ہوں گے۔ ہم جو طالب علم اس دینی موضوع پر غور کرنے بیٹھے ہیں' ہم بھی آج ہیں کل نہیں ہوں گے لیکن یہ دین ہوگا' یہ رہے گا' یہ ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ تو ہم کسی پھنے خاں کے کہنے سے نہ اپنا دین بدل سکتے ہیں اور نہ اس کے بنیادی اصولوں میں کوئی تبدیلی لاسکتے ہیں اور نہ ہمیں کسی کے ڈر سے اپنا دین' اپنے اصول اور اپنا موقف بدلنا چاہیے۔ ہمیں' دین کے

طالب علموں کو، علماء کرام کو مختلف مسائل کے بارے میں حریت فکر سے کام لیتے ہوئے، جو ان کی صحیح سوچ ہو —— اس میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ وہ کیا ہے —— لیکن اس پر پابندی محسوس نہیں کرنی چاہیے کہ ہم معاشرے کو درپیش مسائل کے بارے میں کوئی موقف قائم نہ کریں یا اگر ہم نے کوئی موقف قائم کر لیا ہے تو ہم اس کو بیان نہ کریں۔ اس میں دین کا نقصان ہے۔ اس میں ہمارا نقصان ہے۔ چنانچہ ہم یہ چاہتے تھے کہ اس حوالے سے جو علماء کرام کی سوچ ہے، جو سکالرز کی سوچ ہے، اسے مدون کر دیں۔ کچھ مقالات ہم تک پہنچ چکے ہیں اور جو باتیں آج ہوں گی انہیں بھی ان شاء اللہ ہم ریکارڈ کر لیں گے اور انہیں مدون کر کے شائع کریں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ اس میں وہ چیزیں نمایاں ہو کر سامنے آئیں جن پر اُمت کے اہل علم کا، سوچنے سمجھنے والے لوگوں کا اتفاق ہے۔ اور ہماری حوصلہ افزائی ہوئی اس بات سے کہ شروع میں جب ہم نے یہ سوال نامہ بھیجا تھا تو اس میں مقالات بھیجنے کے لیے پندرہ جنوری کی تاریخ طے کی تھی تو سب سے پہلا خط مجھے جنوری کے شروع ہی میں ملا علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا، انہوں نے لکھا کہ میں بیمار ہوں، معذور ہوں، لیکن موضوع اتنا اہم ہے کہ میں پندرہ جنوری تک اپنا تحریری مقالہ، ان شاء اللہ، آپ کو بھجوا دوں گا۔ چنانچہ پندرہ بیس صفحوں کا ایک مبسوط مقالہ علامہ صاحب موصوف نے ہمیں بھجوایا۔ فجزاه الله عنا خیر الجزاء۔

اسی طرح جناب مفتی غلام سرور قادری صاحب سے پرسوں فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے سوالات کے جواب لکھنا شروع کیے تو ۲۰۰ صفحات کی کتاب بن گئی۔ تو اب میں وہ چھپوا رہا ہوں اور اس کے انگریزی ترجمے کا اہتمام کر رہا ہوں تاکہ اس کو وزراء، سفراء اور انگریزی دان طبقات کو بھجوا سکوں۔ تو مراد یہ ہے کہ یہ کچھ ایسی بھی عدم دلچسپی والی بات نہیں بلکہ لوگوں نے اس موضوع کی اہمیت کو سمجھا ہے اس پر سوچا ہے اور وہ اپنے نتائج فکر سامنے لانے کے لیے تیار ہیں۔ اگرچہ دین کا طالب علم ہونے کے ناطے اس موضوع پر میری بھی کچھ آراء ہیں، تاہم میزبان ہونے کی وجہ سے میں اسے موزوں نہیں سمجھتا کہ اس موضوع پر اپنا مقالہ پڑھوں چنانچہ اس پلیٹ فارم کو دوسرے اہل نظر کے لیے چھوڑتا ہوں۔

ایک بات البتہ میں کہنا چاہوں گا اور وہ یہ کہ جب ہم اسلام آباد میں اس طرح کی ایک

مجلس کا ڈھانچہ کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو اس وقت مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ العالی ایک جملہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہمیں تجمد اور تجدد دونوں سے بچنا ہے اور وسط کی راہ اختیار کرنی ہے۔ تو ان کی اس بات کو جہاں تک مَیں سمجھا ہوں اس کے مفہوم میں دو باتیں شامل ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے اور آپ جیسے علماء کرام کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجتہد کی کیا شرائط ہوتی ہیں اور اجتہاد کیا ہوتا ہے اور اجتہاد کن کن چیزوں میں ہوسکتا ہے؟ ان باتوں کی تفصیلات میں نہیں جاتے۔ لیکن یہ بنیادی بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ احکام' خصوصاً فقہی نقطۂ نگاہ سے' دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو بنیادی ہیں اور نا قابل تغیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت اور مہربانی سے یہ دیکھتے ہوئے کہ انسان کمزور ہے' اس کی عقل ناقص ہے' ان چیزوں کو جن پر انسانی معاشرے کے استوار ہونے کا مدار ہے' اللہ تعالیٰ نے خود انہیں طے کر دیا ہے۔ چنانچہ عقائد طے شدہ ہیں۔ ان میں مَیں یا آپ کمی بیشی نہیں کر سکتے' اجتہاد نہیں کر سکتے۔ اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کی' عبادات کی' جتنی شکلیں ہیں وہ شارع نے طے کر دی ہیں۔ ان میں ہمارے لیے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اخلاق کی بنیادی باتیں اللہ تعالیٰ نے طے کر دی ہیں ہم اس میں اجتہاد نہیں کر سکتے۔ معاملات میں بھی جو پالیسی امور تھے وہ اللہ تعالیٰ نے خود طے کر دیے تاکہ بنیادیں مستحکم ہو جائیں' وہ قابل تغیر نہ رہیں۔ دوسرا جو شعبہ ہے معاملات کی تفصیل کا، وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت اور مہربانی سے ہمیں تفصیلی اور نا قابل تغیر احکام نہیں دیئے' بلکہ وہاں اجتہاد کی گنجائش چھوڑ دی کہ اُمت اور اس کے اہل علم ان موضوعات پر' ان شعبوں میں' اپنی عقل سے' اپنی فکر سے' شریعت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں تفصیلات طے کر لیں جیسے ہمارا معاشی نظام ہے یا سیاسی نظام ہے۔

تو اب تجمد یہ ہے کہ جہاں شریعت کو تغیر مطلوب ہے ہم وہاں بھی اجتہاد نہ کریں اور تغیر کی راہ نہ کھولیں اور تجدد یہ ہے کہ جہاں احکام نا قابل تغیر ہیں ہم انہیں اپنی حماقت سے بدلنے کی کوشش کریں یا اسلامی نصوص کی بجائے دیگر غیر اسلامی افکار کی روشنی میں تغیر لانے کا سوچیں۔ تو ہمیں تجمد اور تجدد دونوں سے بچنا ہے اور ان کے بین بین اعتدال اور توسط کی راہ پر چلنا ہے۔ اور توسط یہی ہے کہ شریعت ہمیں جہاں کہتی ہے کہ رُک جاؤ تو ہم وہاں رُک جائیں اور جہاں کہے کہ چل پڑو تو وہاں ہم رکیں نہیں بلکہ چل پڑیں۔

تو پہلا شعبہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ عقائد کا ہے ہم اس میں کوئی تغیر قبول نہیں کر سکتے۔ ہم کسی کے کہنے پر نمازیں پانچ سے چھ نہیں کر سکتے۔ پانچ سے چار نہیں کر سکتے۔ اللہ ایک ہے ہم اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر دو نہیں بنا سکتے۔ کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیں' مہربانی اور شفقت سے۔ وہاں کوئی اجتہاد' کوئی رائے' کوئی سوچ بیکار ہے' بے معنی ہے' یہ تجمد ہے۔ اور تجدد یہ ہے کہ وہ شعبے جہاں اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے لیے گنجائش پیدا کی ہے وہاں ہم اس حق کو ضرورت استعمال کریں وہاں ہم یہ نہیں کہہ سکتے اور ہمیں نہیں کہنا چاہیے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور ہم نہیں سوچیں گے یا ہمارے بزرگوں نے یہ فرما دیا ہے ہم اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جس شعبے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تغیر کی اجازت دی ہے ہمیں اس میں تصرف کرنا ہے کیونکہ اس دین کو قیامت تک زندہ رہنا ہے۔ لہٰذا اجتہاد کا اور عقل کا جو رول ہے کہ معاشرے کے بدلنے سے' ماحول کے بدلنے سے اور وقت کے بدلنے سے مسائل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ علماء کرام تشریف رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ "الحکم یدور مع العلة" علت بدل گئی تو حکم بدل جائے گا۔ تو جہاں گنجائش ہے وہاں نئی بات سوچنے سے ہمیں رکنا نہیں چاہیے۔ جہاں احکام ناقابل تغیر ہیں ان کو چھیڑنا نہیں چاہیے، ان کو بدلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور جہاں تبدیلی شریعت میں مطلوب ہے وہاں ہمیں اس کو پکڑ بیٹھ نہیں جانا چاہیے کہ ہم اس کو چھیڑیں گے نہیں۔ تجمد اور تجدد کے دونوں رویے نامناسب ہیں اور مناسب رویہ توسط کا ہے کہ یہ دین قیامت تک قابل عمل رہے' زندہ رہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔

ان تمہیدی گزارشات کے بعد میں یہ فورم آپ اہل علم کے لیے چھوڑتا ہوں' اتنی بات البتہ ضرور عرض کروں گا کہ یہاں مختلف مکتب ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ ممکن ہے آپ کو کسی دوسرے صاحب علم کی رائے سے اختلاف ہو —— اور یہ کوئی ایسی بری بات بھی نہیں —— بس یہ ملحوظ رہے کہ آپ اپنا نقطۂ نظر علمی انداز میں پیش کریں اور دوسرے کے نقطۂ نظر کو ایک علمی رائے سمجھتے ہوئے صبر اور حوصلے سے سنیں اور اس پر غور کریں۔ ظاہر ہے آپ کی اپنی رائے ہے اور آپ اپنی رائے پر قائم رہ سکتے ہیں' لیکن دوسروں کو بھی سوچنے کا' رائے قائم کرنا کا اور اس کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

سوالنامہ ☆

عصرِ حاضر میں جہاد سے متعلق مسائل

۱- جہاد کی تعریف؟

اقسام جہاد

۲- جہاد بالدعوۃ: کیا مسلم یا غیر مسلم معاشرے میں زبان وقلم اور دیگر پرامن ذرائع سے دین کی دعوت وتبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش بھی جہاد ہے؟

۳- جہاد بالنفس: کیا دینی احکام پر عمل کے لیے اپنی ذات کی اصلاح اور اس کے لیے کوشش و جدوجہد بھی جہاد شمار ہوگی؟

اقدامی جہاد: یعنی وہ مسلح جدوجہد جس میں کسی ایسی کافر حکومت کی طاقت توڑنا اور اسے جھکانا مقصود ہو جو اپنے عوام کے فہم اسلام میں رکاوٹ ہو۔

اس جہاد کی شرائط

۴- شرط امام: کیا یہ جہاد صرف کسی مسلم ریاست (یا ریاستوں) کی طرف سے ہی ہوسکتا ہے یا یہ مسلم افراد اور ان کی پرائیویٹ تنظیموں کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے؟

۵- شرط مقدرت: کیا یہ جہاد ہر حالت میں فرض ہوتا ہے یا صرف اس وقت جب مسلم حکومت (یا حکومتیں) اتنی طاقتور ہوں کہ کافر حکومت کی شکست کا احتمال غالب ہو؟

کیا سورۃ الانفال کی دوگنا اور دس گنا والی شرط کا اطلاق یہاں ہوتا ہے؟

۶- اس جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ فرض ہے یا مستحب؟

☆ یہ وہ سوالنامہ ہے جو ہم نے مجلس فکر ونظر کی طرف سے علماء کرام واسکالرز کو بھیجا جس کے جواب میں انہوں نے مقالات بھجوائے اور سیمپوزیم میں تقاریر کیں۔ [مرتب]

دفاعی جہاد: جب کوئی غیر مسلم طاقت کسی مسلمان ریاست پر حملہ کردے/قبضہ کرلے، تو اس وقت:

۷- اگر مسلم حکومت شکست کھا جائے تو کیا اس ملک کے مسلم عوام پر جہاد یا مسلح مزاحمت فرض ہو جاتی ہے؟

۸- اس مزاحمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ فرض کفایہ ہوتی ہے یا فرض عین یا محض مستحب؟

۹- کیا اس حالت میں شرطِ امام اور شرطِ مقدرت ساقط ہو جاتی ہیں؟

۱۰- اگر محض استخلاص وطن مقصود ہو اور اس کے بعد اسلامی حکومت قائم کرنے کا عزم و اعلان موجود نہ ہو تو کیا پھر بھی یہ مسلح مزاحمت جہاد شمار ہوگی؟

۱۱- اگر کفار ایسے مفتوحہ ملک میں اپنی گماشتہ مسلم حکومت قائم کر دے تو کیا اس حکومت کے خلاف مسلح مزاحمت جائز ہوگی اور وہ شرعی جہاد سمجھی جائے گی؟

دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

۱۲- کیا اس طرح کے دفاعی جہاد میں دشمن ملک (اور اس کے حلیف ممالک) کے اندر جا کر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

۱۳- کیا اس ملک کی شہری آبادی اور شہری مقامات پر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

۱۴- کیا اس ملک کے سفارت خانوں پر حملہ جائز ہوگا؟

۱۵- کیا اس ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

اگر ایک مسلمان ملک پر کفار کا حملہ/قبضہ ہو جائے تو کیا:

۱۶- ساری مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہوگا؟

۱۷- یا صرف مجاور مسلم حکومت/حکومتوں پر جہاد فرض ہوگا؟

۱۸- یا ساری مسلم حکومتوں پر محض اس کی اعانت فرض ہوگی؟

۱۹- یا صرف مجاور مسلم حکومت/حکومتوں پر اعانت فرض ہوگی؟

۲۰- اس اعانت کی حدود کیا ہوں گی؟ کیا محض سیاسی اعانت سے بھی حق ادا ہو جائے گا؟

۲۱- اس اعانت کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ یعنی فرض ہوگی یا مستحب؟

۲۲- اگر مسلمان ریاستیں اس متاثرہ مسلم ریاست کی مدد نہ کریں تو کیا اس صورت میں ساری امت کے مسلمانوں پر (یعنی ہر فرد مسلم پر) جہاد فرض ہو جائے گا؟

۲۳- یا صرف مجاور مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوگا؟

۲۴- مسلم افراد (یا ان کی بنائی ہوئی پرائیویٹ تنظیموں) پر یہ جہاد فرض کفایہ ہوگا یا فرض عین یا مستحب؟

۲۵- دفاعی جہاد میں کیا خودکش حملے جائز ہیں؟

۲۶- دفاعی جہاد میں اگر ان بین الاقوامی معاہدوں کے ضوابط کی خلاف ورزی ہو، جن پر مسلمان حکومتوں نے دستخط کر رکھے ہوں تو اس صورت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

۲۷- دہشت گردی کی تعریف کیا ہے؟

مسلمان ریاست کے داخلی معاملات

۲۸- اگر مسلمان حکمران بالجبر مسلمان رعایا پر حکومت کریں، ان کی پالیسیاں بھی غیر اسلامی ہوں اور وہ کفار کے گماشتے بھی ہوں تو کیا ان کے خلاف مسلح جدوجہد جائز ہے؟ اور یہ جہاد شمار ہوگی؟

۲۹- یہ مسلح جدوجہد فرض کفایہ ہے، فرض عین ہے یا مستحب؟

۳۰- ایسے مسلمان حکمران کے خلاف پرامن اصلاحی جدوجہد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ فرض کفایہ ہے، فرض عین ہے، مستحب ہے یا غیر ضروری ہے؟

۳۱- کیا مسلمان افراد اور تنظیموں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ باہمی دینی اختلافات (جیسے مثلاً شیعہ سنی میں، اہل سنت اور منکرین حدیث میں یا دیوبندی بریلوی ...... وغیرہ میں ہیں) کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر کہیں؟

اگر ایک مسلمان حکومت میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان فرد یا گروہ کے بارے میں یہ رائے رکھے کہ وہ کافر ہے تو:

۳۲- اسے کیا کرنا چاہیے یعنی کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

۳۳- کیا وہ خود سے انہیں قتل کرنے کا مجاز ہے؟

☆☆☆☆☆

مولانا عبدالعزیز علوی☆

۱-جہاد کی تعریف

ہر وہ عمل اور سعی و کوشش جہاد ہے جو دین کی تعلیم، اشاعت و تبلیغ، تحفظ اور دفاع کے سلسلہ میں کی جائے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [۲۹:۶]

اور فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[۲۹:۶۹]

سورۂ عنکبوت مکی سورت ہے اور مکی دور میں قتال کی اجازت نہیں ملی تھی۔

۲-کارِ دعوت پر جہاد کا اطلاق

زبان و قلم اور دیگر ابلاغی ذرائع سے دین کی دعوت و تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر قسم کی کوشش اور سرگرمی یقیناً جہاد ہے۔

۳-اصلاحِ نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

دینی احکام پر عمل پیرائی کے لیے اپنی ذات کی اصلاح کے لیے کوشش اور جدوجہد کرنا بھی جہاد ہے جیسا کہ سورۂ عنکبوت کی مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے اور امام شوکانی نے بھی ایک روایت لکھی ہے کہ ''المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله''۔

☆ شیخ الحدیث، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

ہمیں جو تحریر موصول ہوئی اس کے آخر میں مولانا علوی صاحب کے علاوہ ان کے رفقائے کار حافظ مسعود عالم صاحب، مولانا محمد یونس بٹ صاحب اور مفتی عبدالحنان صاحب کے اسماء گرامی بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے سب نے مشاورت سے تحریر تیار کی ہو تاہم سینئر ہونے کے ناطے ہم نے مولانا علوی صاحب کا نام دیا ہے۔

مسلح جدوجہد کی شروط:

اقدامی جہاد: یعنی کافر حکومت کے خلاف جب کہ وہ اپنے عوام کے فہم اسلام میں رکاوٹ ہو مسلح جدوجہد کرنا۔

اس دور میں فہم اسلام میں رکاوٹ ڈالنے کا تصور نا قابل فہم ہے کیونکہ کوئی حکومت دستوری طور پر اپنے عوام کے عقیدہ اور نظریہ یا شخصی عمل پر قدغن نہیں لگا سکتی بلکہ وہیں پابندی لگا سکتی ہے جہاں شخصی عمل دوسرے عوام پر اثر انداز ہو۔

۴-اقدامی جہاد میں شرطِ امام

مسلح جدوجہد مسلم ریاست کی سرکردگی کے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ موجودہ دور میں اقدامی اور دفائی اسلحہ کی خرید اور ٹریننگ ریاست کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے ملک کی حدود میں داخل ہو کر کاروائی کرنا اور اپنی حفاظت کرنا ممکن ہے اور خود قرآن حکیم نے متحیزاً الی فئة کی بات کی ہے جو ایک ریاست اور سرکاری امام ہی ہو سکتا ہے۔

۵-اقدامی جہاد میں شرط مقدرت

مسلح جہاد کے لیے مقدرت و قدرت کا ہونا ضروری ہے اس لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے: ﴿اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ اور وہ اتنی ہو کہ ﴿تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ [۸:۶۰]

اس لیے عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں اس کے بغیر اقدامی جہاد نہیں کیا گیا اور ایمان و صبر کی قید کے ساتھ غلبہ کی بشارت دی گئی ہے جس کا معنی ہوا غلبہ کا احتمال غالب ہو جب ہی اقدامی جہاد ہوگا۔ دوگنی طاقت کی شرط قائم ہے دس گنا والی خود قرآن نے منسوخ کردی ہے گویا اگر دشمن کی طاقت دوگنا سے زائد ہو تو پھر اقدامی جہاد فرض نہیں ہے البتہ غلبہ کے احتمال غالب کی صورت میں جائز ہوگا۔

۶-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

۶- جہاد شرعی طور پر جملہ شرائط کی موجودگی میں، ریاست کی سرکردگی میں فرض ہوگا۔

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

اگر مسلم حکومت پر کوئی غیر مسلم حکومت قبضہ جما لے یا حملہ کر دے تو مقدرت کی صورت میں یعنی کچھ جانی اور مالی نقصان برداشت کر کے حملہ پسپا کرنا، قبضہ ختم کرانا ممکن ہو تو جہاد فرض ہوگا لیکن اگر اس کا نتیجہ مزید نقصان اور اسلام اور مسلمانوں کا ضعف اور کمزوری ہو تو پھر دوسرے ذرائع اختیار کر لیے جائیں گے اور غلبہ کے احتمال کی صورت میں عوام کا اپنی مقدرت کے مطابق اپنی حکومت کا ساتھ دینا فرض ہوگا۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

باہمی مشاورت سے اپنی صفوں میں وحدت و یگانگت پیدا کرنے سے اگر مسلح مزاحمت سے قبضہ چھڑانا ممکن ہو یا حملہ پسپا کرنا ممکن ہو تو پھر یہ کام فرض عین ہوگا یعنی ہر فرد اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہی اس میں حصہ لے گا یعنی دامے، درمے، قدمے، سخنے جتنا بھی ممکن ہو وہ کام کرنا ہوگا۔

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام و مقدرت

شرط امام (حکمران) ساقط ہوگی۔ شرط مقدرت ساقط نہیں ہوگی اگر مسلح مزاحمت کی مقدرت نہ ہو تو دوسرے ممکنہ وسائل سے کام لینا ہوگا۔

۱۰- آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

اگر محض استخلاص وطن مقصود ہو اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کا بول بالا کرنا مقصد نہ ہو تو مسلح جدوجہد جہاد نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان کے مطابق ''من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء'' ہی جہاد ہے۔

۱۱-گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

اگر کفار اپنے مفتوحہ مسلمان ملک میں اپنی گماشتہ مسلم حکومت قائم کر دیں جو خلاف

اسلام حرکات کرے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائے تو اس کے خلاف ہر ممکن چارہ جوئی کی جائے گی بشرطیکہ اس سے نفع زیادہ اور نقصان کم ہو اور اس سے اسلام اور مسلمانوں پر شکنجہ مزید کسے جانے کا خطرہ نہ ہو۔ مزاحمت صرف مسلح جدوجہد میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی نفع مند صورتیں موجود ہیں۔

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

دفاعی جہاد میں دشمن ملک اور اس کے حلیف ممالک کے اندر جا کر ایسی کاروائیاں کرنا جس سے حکومت اور اس کے دفاعی ادارے کمزور ہوں' درست ہے بشرطیکہ اس سے اپنا نقصان غالب نہ ہو۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

دشمن ملک کی شہری آبادی، جو حکومت کی معاون اور مددگار نہیں ہے، حکومتی اقدامات سے الگ تھلگ ہے اور اس کا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دخل نہیں ہے اس پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ ان مقامات کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے جو دفاعی نہیں ہیں اور ان سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

دشمن ملک کے وہ سفارت خانے جو مسلمان ملک میں ہیں ان پر حملہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کسی سفیر کو نقصان پہنچانا درست نہیں ہے کیونکہ سفارت باہمی عہد و پیمان ہوتا ہے جس کی پابندی شرعاً ضروری اور لازمی ہے۔ نیز اس طرح غیر مسلم ممالک میں مسلم سفارتخانوں اور اس کے سفیروں پر حملہ کرنے کا جواز ملے گا۔

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

دشمن ممالک کے معاشی مفادات کو ہر ممکنہ طریقے سے نقصان پہنچانا درست ہے بشرطیکہ اس سے اپنے معاشی مفادات کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔

۱۶-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

اگر کسی مسلمان ملک پر حملہ ہو تو اس کی ملحقہ مسلمان ریاستوں پر بصورت مقدرت جہاد فرض ہوگا۔

۱۷ تا ۲۰-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری

اگر مجاور مسلم ریاستوں میں مقدرت نہ ہو یا ان کا تعاون ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو تو پھر دوسری مسلم ریاستوں پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوجی، سیاسی، معاشی، اخلاقی و سفارتی جو صورت اعانت بھی ممکن ہو اس کے مطابق جہاد فرض ہوگا۔

۲۱-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی شرعی حیثیت

اپنی مقدرت و گنجائش کے مطابق اعانت فرض ہوگی اس سے زائد مستحب ہوگی۔

۲۲-دفاعی جہاد میں امت کا کردار

اگر مسلم ریاستیں متاثرہ مسلم ریاست کی اپنی حیثیت و مقدرت کے مطابق اعانت نہ کریں تو اس صورت میں مسلم افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حکومت کو اس کام پر مجبور کریں۔

۲۳-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

اگر مجاور حکومتوں سے کام چل سکتا ہو تو پھر مجاور مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی۔

۲۴-دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

مسلم افراد اور پرائیویٹ تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کو اس کام پر مجبور کریں۔ یہ ذمہ داری اپنی اپنی حیثیت و مقدرت کے مطابق ہوگی۔

۲۵-دفاعی جہاد میں خودکش حملے

دفاعی جہاد میں دشمن کے اسلحہ اور فوج کو تباہ کرنے کی یقینی صورت میں خودکش حملے جائز ہیں جیسا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اس سے کام لیا گیا تھا۔

۲۶-دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی تب ہی ضروری ہے جب دوسری غیر مسلم حکومت بھی اس کی پابندی کرے وگرنہ فانبذ الیہم علی سواء پر عمل ہوگا کیونکہ حرمات میں قصاص ہے۔ نیز مسلم حکومت پر حملہ کرنا معاہدہ توڑتا ہے۔

۲۷-دہشت گردی کی تعریف

ہر قسم کی ظلم وستم اور دھونس دھاندلی پر مبنی کاروائی دہشت گردی ہے۔ اپنے دفاع اور تحفظ کے لیے مسلح جدوجہد دہشت گردی نہیں ہے۔

۲۸-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

مسلمان ریاست کے داخلی اُمور: اگر مسلمان حکمران بالجبر قابض ہوا ہو اور اس کی پالیسیاں غیر اسلامی ہوں اور وہ کافروں کا ایجنٹ اور گماشتہ ہو تو اس کے خلاف ہر وہ کاروائی روا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کا نقصان کم ہو اور اس سے اس کی حکومت اور اس کے سرپرستوں کا نقصان زیادہ ہو اور اسے ان کاروائیوں سے کمزور کیا جاسکتا ہو تاکہ وہ ایجنٹ اور گماشتے کے کردار سے دستبردار ہو جائے۔ اگر مسلح جدوجہد سے ہٹانا ممکن ہو اور اسلام اور مسلمانوں کا نقصان بڑھتا نہ ہو تو پھر جہاد ہوگا۔

۲۹-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

یہ مسلح جدوجہد استطاعت ومقدرت اور نفع غالب کے ظن غالب کی صورت میں فرض عین ہے لیکن ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لے گا۔ اگر مسلح جدوجہد ممکن نہ ہو تو پھر دوسرے ذرائع استعمال کرنے ہوں گے۔

۳۰-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پرامن جدوجہد کی شرعی حیثیت

ایسے مسلمان حکمران کے خلاف پرامن اصلاحی جدوجہد تو فرض عین ہوگی اور کچھ افراد کی جدوجہد سے کام ممکن ہو تو پھر فرض کفایہ ہوگا جس کی ادائیگی سب کی ذمہ داری ہے۔

۳۱۔ مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

مسلمان افراد اور تنظیموں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دینی اجتہادی اختلاف یا نصوص کی تعبیر میں اختلاف کی بنیاد پر اپنے مخالف پر کفر کا فتویٰ لگائیں لیکن منکرین حدیث اور مرزائی تو نصوص قرآنی کے منکر ہیں اس لیے ان پر کفر کا فتویٰ لگانا جائز ہے اور ان کا اختلاف دینی اور اجتہادی اختلاف کے زمرے میں نہیں آتا۔

۳۲۔ مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

اگر مسلمان حکومت میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان فرد یا گروہ کو کافر کہتا ہے تو حکومت کا فرض ہے وہ ایسے افراد کا محاسبہ کرے اور اسے ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے اس فتنہ کا انسداد ہو سکے۔ اس کے لیے باہمی مذاکرات بھی کرائے جا سکتے ہیں اور جس فرد پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے اس کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے اور افہام و تفہیم سے کام لینا چاہیے۔

۳۳۔ مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

اس کو بنیاد بنا کر دوسرے کو کافر کہنا' اس کو مالی یا جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے قتل کرنے کی تو کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ افراد تو مرتد کو بھی قتل نہیں کر سکتے حتیٰ کہ شریعت تو قاتل کو بھی اپنے طور پر قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس کو بھی عدالت کے ذریعہ قصاصاً قتل کیا جا سکتا ہے اپنے طور پر نہیں۔

☆☆☆☆☆

علامہ عبدالحکیم شرف قادری☆

۱- جہاد کی تعریف

جہاد ماخوذ ہے جھد سے۔ جَھد (جیم پر زبر) کے معنی ہیں مشقت اور تھکاوٹ اور اگر جیم پر پیش ہو (جُھد) تو معنی ہیں قوت اور طاقت۔ مجاہد کو اس لیے مجاہد کہتے ہیں کہ وہ قوت صرف کرتا ہے اور اسے قوت صرف کرنے کے دوران یا اس کے بعد تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ جہاد یا تو فائدہ حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے یا نقصان سے بچنے کے لیے۔ جہاد کسی بھی ذریعے سے اور کسی بھی میدان میں ہوسکتا ہے، چاہے حالتِ جنگ ہو یا حالتِ صلح ہو۔ جہاد کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ اسلحے کے ساتھ ہی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جنگ کے ذریعے سے ہی ہو۔(۱)

ابن کمال پاشا نے جہاد کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

"بَذْلُ الْوُسْعِ فِی الْقِتَالِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ مُبَاشَرَۃً اَوْ مُعَاوَنَۃً بِمَالٍ اَوْ رَأیٍ اَوْ تَکْثِیْرِ سَوَادٍ اَوْ غَیْرِ ذَالِکَ." (۲)

"جہاد کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کے راستے میں کی جانے والی جنگ میں براہِ راست حصہ لے کر پوری توانائی صرف کرنا، یا مالی امداد دینا یا فکری طور پر راہنمائی کرنا یا مجاہدین کے ساتھ شامل ہوکر ان کی تعداد میں اضافہ کرنا یا کسی اور طریقے سے امداد کرنا۔"

اقسام جہاد

ابن کمال پاشا" کی تعریف کے مطابق جہاد کی درج ذیل قسمیں سامنے آتی ہیں:

1- جانی جہاد: یعنی آدمی خود جہاد میں حصہ لے، چاہے دشمن کو مار دے اور غازی

☆ شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، لاہور

کہلائے یا اس کے ہاتھوں مارا جائے اور شہید بنے۔

2- مالی جہاد: یعنی مجاہدین کو سرمایہ، سواری، ہتھیار یا خوراک مہیا کر دینا ہے۔

3- فکری جہاد: ایک تجربہ کار اور ماہر جنگ کمانڈر پیچھے بیٹھ کر فوج کو ہدایت دے، اس کی راہنمائی میں فوجی جنگ کریں۔

4- تعدادی جہاد: جو آدمی جنگ میں حصہ نہیں لے سکتا وہ مجاہدین کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچ جائے، ایسے لوگوں کی شمولیت کا فائدہ یہ ہوگا کہ مجاہدین کی تعداد زیادہ دکھائی دے گی، حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ'' جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے وہ اُن میں سے ہے۔

5- سرحدوں کا پہرہ: صاحب در مختار نے فرمایا ہے کہ اسلامی ملک کی سرحدوں پر پہرہ دینا بھی جہاد کے حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل قسمیں بھی جہاد کے ذیل میں آتی ہیں:

6- لسانی جہاد: برائی کے راستے کو زبان کی قوت اور زور بیان سے روکنا، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اسے ہاتھ سے منع کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔(۱)

7- قلمی جہاد: قلم کی قوت کو برائی اور فتنہ و فساد کے خلاف استعمال کرنا۔ کسی دانشور کا مقولہ ہے کہ جہاں شمشیریں کام نہیں آتیں وہاں تحریریں کام آجاتی ہیں۔

8- نظریاتی سرحدوں کا پہرہ: قوم کے نونہالوں کو اسلامی عقائد و نظریات کی تعلیم دینا اور مخالفین کے اعتراضات کے تسلی بخش جواب دینا۔ حدیث شریف میں ہے:

﴿جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ وَ اَلْسِنَتِکُمْ﴾

''مشرکوں سے جہاد کرو اپنے مالوں سے' اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔(۲)

قلم کے بارے میں کہا جاتا ہے: 'احد اللسانین' وہ دو زبانوں میں سے ایک ہے۔

9- جہاد مع النفس (مجاہدہ) یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اپنے ظاہر و

باطن کو آراستہ کرے اور اوصاف ذمیمہ سے اپنے آپ کو محفوظ کرے، حدیث شریف میں ہے:

"رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ، جِهَادِ النَّفْسِ". (۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

"اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ" (۴)

۲- کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

یہ جہاد ہے جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔

۳- اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

اس کا جواب بھی اوپر آچکا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے۔

اقدامی جہاد: یعنی وہ مسلح جدوجہد جس میں کسی کافر حکومت کی طاقت توڑنا اور اسے جھکانا مقصود ہو جو اپنے عوام کے فہم اسلام میں رکاوٹ ہو۔

مسلح جدوجہد کی چند صورتیں ہیں:

1- دشمن مسلمانوں پر چڑھائی کردے، جیسے کہ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق وغیرہ میں ہوا۔

2- یہ خطرہ ہو کہ دشمن چڑھائی کردے گا جیسے کہ غزوۂ فتح مکہ میں ہوا۔ قریش نے حدیبیہ میں کیا ہوا وہ معاہدہ توڑ دیا تھا جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کیا تھا، ان کی طرف سے کسی وقت بھی حملہ ہوسکتا تھا۔ اسی طرح غزوۂ تبوک میں رومیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔

3- مظلوموں کی امداد مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ [۸:۷۲]

''اور اگر تمہارے بھائی تم سے دین کے سلسلے میں مدد طلب کریں تو تم پر امداد لازم ہے۔''

اسی بناء پر کشمیر، فلسطین اور چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کرنا پورے عالم اسلام پر فرض ہے۔

۴۔ اسلام کا پیغام پھیلانے کے راستے کو پرامن بنانے کے لیے، کیونکہ اسلام کی دعوت نہ تو مقامی تھی اور نہ ہی کسی خاص وقت کے لیے، بلکہ یہ دعوت پوری دنیا کے لیے تھی، اس لیے ضروری تھا کہ مسلمان مسلح ہوتے تاکہ دشمن ان کی دعوت کا راستہ نہ روک سکے۔(۵)

اس جہاد کی پہلی شرط قدرت ہے، چونکہ مکہ معظمہ میں قوت اور قدرت نہیں تھی اس لیے وہاں جہاد کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ صبر کا حکم دیا گیا۔

دوسری شرط امام کا موجود اور ظاہر ہونا ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں: کہ امام کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے کیونکہ بہت سے ایسے امور جو شرعاً واجب ہیں امام پر موقوف ہیں، مصنف (صاحب عقائد نسفیہ) نے امام کی متعدد ذمہ داریاں گنواتے ہوئے فرمایا کہ ''لشکروں کا تیار کرنا'' بھی امام کی ذمہ داری ہے، اس پر علامہ تفتازانی نے فرمایا یہ وہ امور ہیں جن کو امت کا کوئی عام آدمی انجام نہیں دے سکتا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"و نحو ذلک من الامور التی لا یتولاھا أحاد الامة".(۶)

موجودہ دور میں اقدامی جہاد کے بارے میں جامعہ ازہر شریف کا موقف درج ذیل سطور میں پیش کیا جاتا ہے، ارباب علم و فقاہت کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیے:

''گزشتہ زمانوں میں تلوار اس لیے ضروری تھی کہ دعوت اسلام کے راستے کو تحفظ فراہم کیا جائے، لیکن آج تلوار اُن لوگوں کے خلاف اٹھائی جائے گی جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ جہاں تک دعوت اسلام کے پھیلانے کا تعلق ہے تو اس کے لیے بہت سے وسائل ہیں، آج نہ تو دور دراز کے سفر کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی راستے کے خطرات مول لینے کی حاجت ہے، بلکہ ایسی سرحدیں موجود نہیں ہیں جنہیں ویزے کے بغیر طے نہ کیا جاسکتا ہو، کیونکہ مجلات اور رسائل (لٹریچر) تمام سرحدوں کو عبور کر جاتے ہیں اور اگر ان پر کسی حد تک پابندی بھی لگا دی جائے تو آج ذرائع ابلاغ (ریڈیو، ٹیلیویژن، انٹرنیٹ وغیرہ) اتنے قوی ہو چکے ہیں کہ لوگوں کے گھروں میں پیغام پہنچایا جاسکتا ہے اور انہیں کوئی حکومت نہیں روک سکتی۔

وہ لوگ جو دعوت اسلام کے پھیلانے کے لیے اپنی توجہ ہتھیاروں پر مرکوز کرتے

ہیں انہوں نے اپنے آپ کو کمزور ہتھیاروں میں مصروف کر رکھا ہے جب کہ دشمن کے پاس بہت طاقت ور اسلحہ ہے اور ہم اس سے غافل ہیں۔(۷)

حقیقت یہ ہے کہ آج عالم اسلام کو متحد ہو کر جدید ترین ٹیکنالوجی کے ماہر سائنس دان تیار کرنے چاہئیں اور ایسے بیدار مغز مبلغ تیار کرنے چاہئیں جو مؤثر انداز میں اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکیں کیونکہ غیر مسلم ممالک میں تبلیغ پر پابندی نہیں ہے۔

۴-اقدامی جہاد میں شرطِ امام

ابھی شرح عقائد کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاد کے لیے لشکروں کا تیار کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔ اگر پرائیویٹ تنظیمیں بھی مسلح جدوجہد شروع کر دیں تو یہ ریاست کے اندر ایک دوسری ریاست قائم کرنے کے مترادف ہوگا، پاکستان میں جب سے مسلح کاروائیاں شروع ہوئی ہیں ملک کے امن وامان کا مسئلہ مخدوش ہو گیا ہے۔

۵-اقدامی جہاد میں شرطِ مقدرت

اقدامی جہاد اسی وقت کیا جائے جب غیر مسلم حکومت کی شکست کا احتمال غالب ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

"اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"

اس آیت کریمہ کے الفاظ میں عموم ہے، جہاد کو ترک کر دینا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور قدرتِ مقابلہ نہ ہونے کے باوجود ٹکرا جانا بھی اپنے آپ کو ہلاکت کے اندھے غار میں دھکیلنا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قوت وطاقت کے شرط ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سلطانِ اسلام جس پر استطاعتِ جہاد فرض ہے، اسے بھی کافروں سے پہل حرام ہے جب کہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو (بحوالہ مجتبیٰ وشرح وقایہ ودرالمختار)

"هٰذَا اِذَا غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ اَنَّهٗ یُكَافِئُهُمْ وَ اِلَّا فَلَا یُبَاحُ قِتَالُهُمْ"

"یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے، ورنہ اُن سے لڑنا حلال نہیں ہے"۔(۸)

۶- اس جہاد کی شرائط پائی جائیں تو یہ فرض کفایہ ہے، ایک جماعت کے ادا کرنے سے سب لوگ بَری ہو جائیں گے اور اگر کسی نے بھی ادا نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

دفاعی جہاد: جب کوئی غیر مسلم طاقت کسی مسلمان ریاست پر حملہ کر دے/ قبضہ کر لے تو اس وقت:

۷- اگر دشمن اسلامی ملک پر حملہ آور ہو تو ہر اس مسلمان پر جہاد واجب ہو جاتا ہے جو جہاد کی طاقت رکھتا ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، اس وقت کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ جنگ کو چھوڑ کر کوئی اور مشغلہ اختیار کرے۔(۹)

اور اگر اس ملک کے لوگ دشمن کا مقابلہ نہ کر سکیں تو ساتھ والے اسلامی ملک پر واجب ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرے۔

جب ایک اسلامی ملک شکست کھا جائے اور اس کا سربراہ موجود ہو اور ملک کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جا سکتا ہو تو جہاد جاری رکھے ورنہ ساتھ والے اسلامی ملک سے رابطہ کرے، اس پر واجب ہے کہ برادر اسلامی ملک کی امداد کرے۔

عوام بغیر امام کے اور بغیر قدرت کے مزاحمت کریں گے تو بہت نقصان اٹھائیں گے۔

۸- دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

گزشتہ سوال کے جواب میں عرض کیا جا چکا ہے کہ جب دشمن کسی اسلامی ملک پر حملہ آور ہو جائے تو ہر اس شخص پر جہاد واجب ہو جاتا ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہے۔ اب اگر امام موجود ہے اور مقابلے کی قدرت رکھتا ہے تو ہر صاحب استطاعت پر جہاد واجب ہے اور فرض عین ہے، اس پر لازم ہے کہ پڑوسی اسلامی ملک سے مدد لے کر اپنا ملک آزاد کرائے۔

۹- دفاعی جہاد میں شرط امام و مقدرت

اب بھی مذکورہ شرائط برقرار ہیں۔

۱۰- آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

یہ مزاحمت شرعاً جہاد شمار نہیں ہوگی، حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر پوچھا کہ ایک شخص مالِ غنیمت کے لیے جنگ کرتا ہے ایک شخص لوگوں میں شہرت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے اور ایک شخص اس لیے جنگ کرتا ہے تاکہ بہادری میں اپنا مقام لوگوں کو دکھائے، اِن میں سے کس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس لیے جنگ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمۂ توحید سربلند ہو فی سبیل اللہ ہے۔(۱۰)

پھر بھی استخلاص وطن کے لیے کوشش کرنا محمود اور مستحسن ہے۔

۱۱- گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

ایسے ہی ایک سوال کا جواب جامعہ ازہر شریف کی طرف سے یہ دیا گیا ہے:

''اسلامی جنگ جو جہاد فی سبیل اللہ شمار کی جاتی ہے اور جس کے شہداء کو غسل نہیں دیا جاتا (اور مذہب شافعی کے مطابق) اُن کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی اور وہ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں، وہ جنگ ہے جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہو اور جس کی اجازت امام نے دی ہو، اس کے بغیر وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوگا۔ آج مسلمانوں کے درمیان جو جنگیں ہو رہی ہیں' وہ اُس حدیث کے تحت داخل ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہیں''۔(۱۱)

ایسی حکومت کو تبدیل کرنے یا راہ راست پر لانے کے لیے غیر مسلح ذرائع اختیار کرنے چاہئیں ورنہ ہر اسلامی ملک قتل و غارت گری کا گہوارہ بن جائے گا کیونکہ اکثر و بیشتر ممالک میں یا تو امریکہ کی گماشتہ حکومت مسلط ہے یا انہوں نے حکمرانوں کی وفاداریاں خرید رکھی ہیں یا انہیں مختلف حربوں کے ذریعے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

۱۲- اسلامی جہاد میں صرف ان لوگوں سے جنگ کی جاتی ہے جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، یا جن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ غالب ہو یا انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ عملاً جہاد میں حصہ نہیں لے رہے یا نہیں لے سکتے، انہیں تو میدانِ جنگ میں بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ میدانِ جنگ کے علاوہ انہیں قتل کیا جائے۔

ہدایہ کے متن ہدایۃ المبتدی میں ہے:

"وَلَا يَقْتُلُوا اِمْرَاةً وَّلَا صَبِيًّا وَّلَا شَيْخًا فَانِيًا وَّلَا مُقْعَدًا وَّلَا اَعْمٰى."

"مجاہدین عورت، بچے، پیر فرتوت (بہت بوڑھے اور کمزور) اپاہج اور نابینا کو قتل نہ کریں۔"

اس پر صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین المرغینانی نے دلیل دی ہے:

"لِاَنَّ الْمُبِيحَ لِلْقَتْلِ عِنْدَنَا هُوَ الْحِرَابُ وَلَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُمْ"۔(۱۲)

"کیونکہ ہمارے نزدیک قتل کرنے کی وجہ جواز جنگ ہے اور وہ ان افراد میں نہیں پائی جاتی۔"

جو ملک مسلمانوں کے ملک پر حملہ آور ہو اس کے اندر جا کر اس کے فوجی ٹھکانوں پر حملہ کرنا صحیح ہے اور جہاد کا حصہ ہے، لیکن اس ملک کے عام شہریوں یا اس کے حلیف ممالک پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے جو جنگ میں شریک نہیں ہیں۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

شہری آبادی پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ جنگ میں حصے دار نہیں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ جنگ کے مخالف ہوں۔

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، بین الاقوامی سطح پر بھی سفیروں کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ وہ ہمارے ملک میں مستامن ہیں اور ان کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔

۱۵- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

یہ جائز ہے مثلاً اس ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، تجارتی لین دین بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ ختم کیا جائے۔ جنگ بدر کے موقع پر قریش کے قافلۂ تجارت سے تعرض ان کے معاشی مفادات پر ضرب لگانے کے لیے ہی تھا۔ اسی طرح حضرت ثمامہ ابن اُثالؓ اسلام لانے کے بعد عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ گئے تو انہیں دھمکیاں دی گئیں اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا، انہوں نے فرمایا: اگر تم اسی طرح کرو گے تو تمہارے پاس یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا اور عملاً یہ کام کر کے دکھا دیا۔

۱۶-۲۴

یہ سوالات جو دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں ان کے جوابات سمجھنے کے لیے حضرت ملا علی قاریؒ کی عبارت ملاحظہ کریں، وہ فرماتے ہیں:

> ''جہاد فرض کفایہ ہے۔ یہ اس وقت ہے جب بلاوا عام نہ ہو اور اگر بلاوہ عام ہو، مثلاً دشمنوں نے مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر دیا تو اب جہاد فرض عین ہوگا، چاہے بلانے والا عادل ہو یا فاسق، اس شہر کے تمام باشندوں پر واجب ہوگا اور اگر اس شہر کے لوگ مقابلے کے لیے کافی نہ ہوں یا سستی کر جائیں یا نافرمانی کے مرتکب ہو جائیں تو اس شہر کے قریب والے لوگوں پر جہاد فرض ہوگا (اور اگر وہ بھی مقابلہ نہ کر سکیں یا نہ کریں تو اس کے ساتھ والے شہر والوں پر واجب ہوگا) یہاں تک کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے مسلمانوں پر واجب ہو جائے گا''۔ (۱۳)

گویا جس ملک پر حملہ کیا گیا ہے وہ دفاع نہ کر سکے تو ساتھ والے ملک پر دفاع واجب ہوگا۔ وہ بھی نہ کر سکے تو اس کے ساتھ والے پر، اس طرح بالترتیب تمام مسلم حکومتوں پر فرض ہوگا۔

۱۷- دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری

اس کا جواب بھی گزشتہ جواب میں آ گیا۔

۱۸-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

دوسری مسلم حکومتوں پر صرف اعانت فرض نہیں بلکہ اگر ایک ملک دفاع نہ کر سکے تو جہاد و دفاع دوسرے ملک پر فرض ہے' اس کے بعد تیسرے پر اور اسی طرح زمین کے آخری کنارے تک۔

۱۹-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

مجاور مسلم حکومتوں پر صرف اعانت نہیں جہاد فرض ہوگا۔

۲۰-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی حدود

ہر ملک یہ سمجھے جیسے اس پر حملہ کیا گیا ہے اور اس صورت میں وہ جو کچھ اپنے لیے کرتا ہے وہ برادر ملک کے لیے بھی کرے۔

۲۱-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی شرعی حیثیت

یہ جہاد فرض عین ہوگا۔

۲۲-دفاعی جہاد میں امت کا کردار

بتدریج دنیا بھر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے گا۔

۲۳-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

صرف مجاور مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوگا جب کہ وہ دفاع کے لیے کافی ہوسکیں، ورنہ تو جہاد مجاور کے مجاور ملک پر بھی فرض ہوگا۔

۲۴-دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

فرض عین کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد پر فرض ہے، مسلم تنظیمیں بھی اسی میں آجائیں گی۔

۲۵-دفاعی جہاد میں خودکش حملے

یہ جائز ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے اُحد کے دن نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ فرمایا:

جنت میں۔ ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں وہ انہوں نے پھینک دیں اور میدانِ جنگ میں کود گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (۱۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کے دن حاضر نہ ہوسکے، تو انہوں نے فرمایا: میں نبی اکرم ﷺ کی پہلی جنگ سے غیر حاضر رہا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حاضر ہونے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کس شدت سے جنگ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُحد کے دن حاضر تھے، صحابہ کرام کی صفیں بکھر گئیں تو وہ تلوار لے کر آگے بڑھے۔ ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (سید الانصار) سے ہوگئی، کہنے لگے سعد! کہاں جارہے ہو، اللہ کی قسم! مجھے اُحد پہاڑ سے پہلے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے، اس کے بعد آگے بڑھ گئے اور خون کے آخری قطرے کے بہنے تک دشمن سے نبرد آزما رہے، یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کر گئے، ان کے جسم پر تلوار، نیزے اور تیروں کے اسّی سے زیادہ زخم تھے۔ (۱۵)

اسے کسی طرح بھی خودکشی نہیں کہہ سکتے، خودکشی میں آدمی حالات سے بے زار اور مایوس ہو کر اپنی زندگی کا چراغ گل کر دیتا ہے اور گنہگار ٹھہرتا ہے، جب کہ یہ حملے تو اللہ تعالیٰ کے دین اور کلمۂ توحید کی سربلندی کے لیے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لیے ہوتے ہیں جو ان کی عظمت اور سعادت کی دلیل ہیں۔

۲۷- دہشت گردی کی تعریف

دہشت گردی یہ ہے کہ کسی ایسے شخص یا قوم کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا جائے، جس نے کوئی گناہ اور جرم نہ کیا ہو۔ وہ حملہ کرنے والے پر نہ تو حملہ آور ہوا ہو، نہ ہی آمادۂ جنگ ہو اور نہ ہی اس نے معاہدہ توڑا ہو۔ مختصر یہ کہ بغیر کسی جرم کے کسی کو نقصان پہنچانا دہشت گردی ہے۔

امریکہ نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، عراق میں سوا لاکھ بے گناہ مسلمانوں کو پوری سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا اور ظلم کی ایسی داستان رقم کی جس کے آگے ہلاکو اور چنگیز کی روحیں بھی شرمسار ہیں۔ کروسیڈ (صلیبی جنگ) کے نام پر شروع کی ہوئی کاروائی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے؟ افغانی مسلمانوں کا کوئی جرم آج تک ثابت نہ

ہو سکا، عراق میں کوئی ایٹمی یا کیمیاوی اسلحہ برآمد نہ ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ امریکہ ہی تھا جس نے روس کے خلاف افغان مجاہدین اور ایران کے خلاف عراقی مسلمانوں کو مسلح کیا تھا اور اسلحے کے انبار ان کے سپرد کیے تھے اور جب اس کا مطلب پورا ہو گیا، روس کے حصے بخرے ہو گئے اور عراقی تیل تک رسائی ہو گئی تو وہی مجاہدین اب دہشت گرد قرار دیے جا رہے ہیں۔

امریکہ کے سابق اٹارنی جنرل رمزے کلارک نے اپنے حالیہ بیان میں کہا ہے کہ:

> ''بش انسانیت کا قاتل ہے، صدام کی بجائے اس کے خلاف مقدمے بننے چاہئیں، وہ فرعونیت کے نشے میں انسانیت کی تذلیل کر رہا ہے تاریخ اسے قاتل کے نام سے یاد رکھے گی۔ فلوجہ میں ہزاروں افراد ناحق قتل کیے، وہ عالمی برادری میں امریکہ کے لیے نفرت پیدا کر رہا ہے''۔ (۱۶)

افسوس کہ کسی اسلامی ملک کے سربراہ کو عملی طور پر تو کیا، اتنا کلمۂ حق بھی زبان پر لانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حالات حاضرہ کے تناظر میں قرآن پاک کی درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کیجیے۔ جو چشم عبرت نگاہ کے لیے سرمۂ بصیرت کا کام دیں گی۔ ایک منافق اخنس بن شریق حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتا، لیکن در پردہ اس کی حالت یہ تھی:

> ﴿وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ. وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [۲:۲۰۵، ۲۰۶]

> ''اور جب وہ پشت پھیرتا ہے تو زمین میں دہشت گردی پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرتا ہے اور اللہ دہشت گردی کو پسند نہیں فرماتا اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو غرور اسے گناہ پر ابھارتا ہے تو اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔''

۲۸۔ غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

جبر کے ساتھ مسلط ہونے والا مسلمان حکمران اس شرط کے ساتھ ملک کا سربراہ تسلیم کیا جائے گا کہ وہ اسلام کے کسی بنیادی عقیدے کو تبدیل نہ کرے اور اس کا انکار نہ کرے اس

وقت تک اس کے خلاف مسلح جدوجہد نہیں کی جائے گی۔ ہاں! اگر اس کی پالیسیاں غیر اسلامی ہوں اور وہ کفار کا گماشتہ ہو تو نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے اس کے خلاف پر امن جدوجہد ضرور ہونی چاہیے۔

ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر امراء (گورنر وغیرہ حکمران) مقرر کیے جائیں گے تم ان کی کچھ باتوں کو پہچانو گے اور کچھ کا انکار کرو گے (یعنی ان کی کچھ باتیں شریعت کے موافق اور کچھ مخالف ہوں گی) تو جس شخص نے ان کی بری باتوں کا برا منایا تو وہ بری ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ محفوظ رہا، لیکن جو شخص راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ محفوظ نہیں رہا)۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں، ہاں جو ان کی باتوں کو دل سے برا جانے اور دل سے انکار کرے۔ (۱۷)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں:

لَا مَا صَلَّوْا (ان سے جنگ نہ کرو جب تک وہ نماز پڑھیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ظلم اور فسق کی بناء پر خلفاء کے خلاف خروج جائز نہیں ہے جب تک وہ اسلام کے قواعد (بنیادی مسائل) میں سے کسی چیز کو تبدیل نہ کریں۔ (۱۸)

۲۹۔ غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

وقت کا حکمران جب تک کھلم کھلا کافر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح جدوجہد جائز نہیں ہے، جیسے ابھی امام نووی کے حوالے سے بیان ہوا۔ ایک حدیث شریف میں ہے: (اِلَّا اَنْ تَرَوْ كُفْرًا بَوَاحًا) مگر یہ کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھو۔

۳۰۔ غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پرامن جدوجہد کی شرعی حیثیت

ایسے حکمران کی اصلاح کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر اس کی حیثیت اور قدرت کے مطابق واجب ہے تاہم یہ فرض کفایہ اور واجب کفایہ کے زمرے میں ہی آئے گا۔

۳۱۔مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

جس طرح ایک غیر مسلم کلمۂ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اسے برحق تسلیم کرتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان ضروریات دین (دین کی بنیادی باتوں) میں سے کسی کا انکار کرنے سے دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا اس کے حبیب اکرم ﷺ کی توہین کرتا ہے یا ختم نبوت کا انکار کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ فقہ اسلامی کی کتابوں میں ''مرتد'' کا باب ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس میں فرق نہیں ہے کہ کوئی ایک شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے یا کوئی جماعت اور فرقہ۔ دراصل یہ بھی دین متین کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے اور اگر کوئی پوچھنے اور ٹوکنے والا نہ ہو تو ہر شخص کفریات بکتا پھرے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ و عقائد کا وسیع علم رکھنے والا ہی یہ فتویٰ دے۔ ہر شخص اس لائق نہیں کہ وہ فتویٰ دیتا پھرے۔ نیز مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ تقویٰ وہ پرہیزگاری اور دیانت و امانت کا پیکر اور خشیت الٰہیہ کا مجسمہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ محض خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مخالفین کو کافر قرار دیتا پھرے۔

۳۲۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

مختلف طبقوں اور فرقوں کے درمیان اختلافات کی جڑیں بہت گہری ہیں، اس لیے ان اختلافات کا مکمل خاتمہ بہت مشکل ہے۔ پھر ہر طبقے میں انتہا پسند لوگ موجود ہیں وہ بھی اختلاف کے خاتمے کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، نیز بیرونی طاقتیں بھی نہیں چاہتیں کہ کلمہ طیبہ پر اتفاق کرنے والے شیر و شکر ہو کر رہیں۔

مختلف طبقات کے معتدل مزاج علماء کو جمع کر کے باہمی مشورے سے ایک ضابطۂ اخلاق بنایا جائے کہ ایک دوسرے کے خلاف اشتعال انگیزی نہ کی جائے جس کے نتیجے میں قتل و غارت گری ہونے لگے۔

دوسرے نمبر پر یہ کیا جائے کہ کسی فریق نے دوسرے فریق کی جن تحریروں پر کفر کا فتویٰ

دیا ہے انہیں حذف کیا جائے اور یوں رواداری کی فضا قائم کی جائے۔ نیز دیانت داری سے غور کیا جائے اور اگر کافر کہنے والوں کا موقف صحیح ہو تو ان باتوں سے رجوع کیا جائے جس کی بناء پر کافر کہا جارہا ہے، اور اگر ان لوگوں کا موقف درست نہ ہو تو انہیں قائل کیا جائے اور ان کے سامنے وضاحت کی جائے۔

۳۳۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

جی نہیں! عوام اگر قانون ہاتھ میں لیں گے تو ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگی اور خوں ریزی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی غیر مسلموں کو یہ پروپیگنڈا کرنے کی گنجائش ملے گی کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے، نیز غیر ملکی ایجنسیوں کو ملک میں دہشت گردی پھیلانے کا موقع ملے گا۔

هذا ما عندي والعلم عند الله تعالیٰ

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکوٰۃ شریف' عربی ص ۴۳۶

(۲) محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکوٰۃ شریف' عربی ص ۳۳۲

(۳) یہ حدیث امام بیہقی نے سندِ ضعیف کے ساتھ روایت کی ہے

(۴) محمد بن عیسیٰ ترمذی، امام، ترمذی شریف (طبع ملتان) ۱/ ۱۹۵

(۵) بیان للناس، ۱/ ۲۷۸-۲۷۷

(۶) بیان للناس ۱/ ۲۷۸-۲۷۹

(۷) بیان للناس، ۱/ ۲۷۸-۲۷۹

(۸) احمد رضا بریلوی، امام، رسائل رضویہ، ۲/ ۲۱۰

(۹) بیان للناس ۱/ ۲۹۰

(۱۰) بیان للناس ۱/ ۲۸۵

(۱۱) بیان للناس ۱/ ۲۸۵

(۱۲) برہان الدین مرغینانی، امام: ہدایہ (طبع مجیدی کانپور) ۲/ ۵۳۳

(۱۳) علی بن سلطان محمد القاری، امام، مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان)، ۷/ ۲۶۵

(۱۴) محمد بن اسماعیل بخاری، امام، صحیح بخاری شریف عربی (طبع دہلی)، ۲/ ۵۷۹

(۱۵) محمد بن اسماعیل بخاری، امام، صحیح بخاری شریف عربی (طبع دہلی)، ۲/ ۵۷۹

(۱۶) نوائے وقت، لاہور، شمارہ ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ء

(۱۷) مسلم بن الحجاج القشیری، امام، مسلم شریف عربی (طبع دہلی)، ۲/ ۱۲۹-۱۲۸

(۱۸) یحییٰ بن شرف نووی، امام، حاشیہ مسلم شریف ص ۱۲۸

پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز☆

۱-جہاد کی تعریف

اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے خلوص نیت کے ساتھ مساعی

۲-کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

صحیح ہے۔

۳-اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

صحیح ہے۔

اقدامی جہاد یعنی وہ مسلح جدوجہد جس میں کسی ایسی کافر حکومت کی طاقت کو توڑنا اور اسے جھکانا مقصود ہو جو اپنے عوام کے فہم اسلام میں رکاوٹ ہو۔ اس میں تفصیلی بحث درکار ہے

۴-اقدامی جہاد میں شرط امام

مختلف حالات میں مختلف صورتیں ممکن ہیں

۵-اقدامی جہاد میں شرط مقدرت

قرآن پاک میں تیاری (اعداد) کے تصور کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ نفیر عام کے تصور اور مختلف زمانوں میں اس کی صورتوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۶-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

دیکھیے سوال نمبر ۵ کا جواب

☆ ڈین کلیہ علوم اسلامیہ پشاور یونیورسٹی

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

جہاد تو بہر حال ضروری ہے لیکن مسلح مزاحمت (قتال) کے بارے میں کلام ہے۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

دیکھیے سوال نمبر ۵ کا جواب۔

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام ومقدرت

مختلف حالات میں مختلف صورتیں ممکن ہیں۔

۱۰-آزادئ وطن کے لیے جدوجہد

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس حوالے سے اس موضوع کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۱۱-گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

مختلف حالات میں مختلف صورتیں اور احکام ہو سکتے ہیں۔

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

اس کا انحصار حالات پر ہے۔ تفصیلی بحث درکار ہے۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

غیر محارب/سول لوگوں پر حملوں کا جواز نہیں

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

نہیں

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

پرامن طریقے استعمال کر کے معاشی دباؤ تو مفید اور ضروری ہے۔ مسلح حملے کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیے۔ مختلف صورتوں میں مختلف احکام ہو سکتے ہیں۔

۱۶-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

نفیر عام کے تصور کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۱۷-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری

جہاد اور قتال کا فرق ملحوظ رکھا جائے۔ جدید دور میں مقاصد کے حصول کے لیے قتال کے علاوہ بھی تعاون کی صورتیں موجود ہیں۔ اس قسم کا تعاون جہاد ہی تصور ہوگا۔

۱۸-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

قرآن پاک کی رو سے جن قوموں کے ساتھ معاہدہ ہو ان کے خلاف تو جہاد نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اس کا تفصیلی مطالعہ درکار ہے۔

۱۹-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

دیکھیے سوال نمبر ۱۸ کا جواب۔

۲۰-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی حدود

حالات پر منحصر ہے۔

۲۱-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی شرعی حیثیت

مختلف حالات میں مختلف درجات ہیں۔

۲۲-دفاعی جہاد میں امت کا کردار

جہاد اور قتال کا فرق ملحوظ رکھا جائے۔ قتال کا مرحلہ تو خاص حالات میں آتا ہے، جس کے لیے مخصوص شرائط ہیں۔

۲۳-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

دیکھیے سوال نمبر ۲۲ کا جواب۔

۲۴-دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

مختلف حالات میں مختلف صورتیں ممکن ہیں۔

۲۵- دفاعی جہاد میں خودکش حملے

یہ سوال تو بہت اہم ہے۔ ہاں یا نہ میں فوری جواب مشکل ہے۔ جہاں پر امن ذرائع سے مقاصد کا حصول ممکن ہو وہاں تو خودکش حملے، جن کے لیے آج کل استشہاد کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، کا جواز نہیں۔

۲۶- دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

اس کا جواب قرآنی حکم ﴿فانبذ الیهم علی سواء﴾ [سورۃ انفال آیت ۵۸] کے تحت تلاش کرنا چاہیے۔

۲۷- دہشت گردی کی تعریف

غیر محارب لوگوں کو بغیر شرعی جواز کے قتل کرنا۔

۲۸- غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

قتال کا مرحلہ مخصوص حالات میں آتا ہے، جہاں پُر امن اور آئینی ذرائع کی گنجائش ہو وہاں مسلح جدوجہد مطلوب نہیں۔

۲۹- غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

دیکھیے سوال نمبر ۲۸ کا جواب

۳۰- غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پر امن جدوجہد کی شرعی حیثیت

مختلف درجات ہیں۔ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر (الآیۃ) کے تحت اصلاحی جدوجہد کے لیے ایک گروہ کا موجود ہونا لازمی ہے۔ جدید جمہوری دور میں اس کے لیے تمام لوگوں کو متحرک کرنا چاہیے، یہ بہت ثمر آور کوشش ہوگی۔

۳۱- مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

کسی کو کافر کہنا اتنا آسان نہیں ہونا چاہیے۔ انفرادی طور پر کسی کو ایسا فتویٰ نہیں دینا

چاہیے۔ پاکستان میں بالخصوص اس بات کی ضرورت ہے کہ اس قسم کے حساس موضوعات میں علماء اور ماہرین کی جماعت کوئی بات طے کرے۔

۴۲۔ مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

اصلاحی کوششیں ہونی چاہئیں۔

۴۳۔ مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

شریعت میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی☆

۱-جہاد کی تعریف

جہاد کی تعریف خود نبیﷺ نے بتا دی ہے۔ سیدنا عمر بن عبسہ فرماتے ہیں: "قال رجل یا رسول اللّٰه! وما الجهاد؟ قال: ان تقاتل الكفار اذا لقيتهم"۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہﷺ! جہاد کیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: کہ جہاد یہ ہے کہ تو کفار کے مقابلے میں جنگ کرے۔ (مسند احمد، صحیح حدیث)

۲-کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَاَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴾[۷۴:۱-۳]

اے کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔ اس مرحلے میں تبلیغ و دعوت میں جہاں کفار اور مشرکین سے پہنچنے والی ایذاؤں اور تختیوں سے درگزر کا حکم ہے وہاں جہاد باللسان کو جاری رکھنے کے واضح احکامات بھی موجود ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴾[۵۲:۴۸]

"اپنے مالک کے حکم پر صبر اختیار کیجیے یقیناً آپ ہماری نظروں کے سامنے ہیں"

دوسری جگہ پر فرمایا:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾[۲۵:۵۲]

"پس تو کفار کی بات نہ مان (اور قرآن کے دلائل سے) ان کے ساتھ زبردست جہاد کرتا رہ"

☆ جامعہ رحمانیہ، عبدالحکیم، ضلع خانیوال
یہ تحریر جناب مفتی صاحب نے اپنے تلامذہ سے مرتب کروا کر ہمیں بھجوائی۔

معلوم ہوا کہ صرف نفس کے پیچھے ہی نہیں لگے رہنا بلکہ زبان سے قرآن اور سنت کے مطابق منکرین کا رد کرنا جہاد شمار ہوگا۔

۳- جہاد بالنفس

مطلوب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ و قتال کرتے ہوئے اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کردی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾[۹:۴۱]

”جہاد کے لیے نکل پڑو، خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“

اس معنی میں اور بہت سی آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جہاد بالنفس کا اطلاق صرف اس پر ہوگا کہ بندہ اللہ کے راستہ میں اپنی جان پیش کردے۔

۴- اقدامی جہاد میں شرطِ امام

﴿ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾[۹:۱۴]

اولاً: امام سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے جس کی مخصوص شرائط ہیں۔ پہلے آپ یہ ملاحظہ کریں کہ آیا امام یا خلیفۃ المسلمین موجود ہے؟

ثانیاً: اگر موجود ہے تو جہاد اس کی ذمہ داری اور اولین فرائض میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾[۲۲:۴۱]

حدیث نبوی ﷺ ہے:

” ان الامام جنة یقاتل من ورائه و یتقی به...... “ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: یقاتل من وراء الإمام۔ حدیث رقم ۲۷۹۷)

اس آیت اور حدیث کے صحیح مصداق شیخین کریمین ہیں یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

ثالثاً: خلیفۃ المسلمین کا موجود ہونا یا اس کی اجازت جہاد کے لیے شرط نہیں ہے۔

پہلی صورت: خلیفہ موجود ہی نہ ہو تو خلافت کے قیام کے لیے جہاد کرنا پڑے گا۔

دوسری صورت: اگر وہ اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہا تو مظلومین کو حق حاصل ہے کہ وہ ظلم کا بدلہ اور اپنی اولاد اور وطن کے دفاع کے لیے جہاد کر سکتے ہیں۔

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [۲۲:۳۹-۴۰]

تیسری صورت: خلیفۃ المسلمین موجود بھی ہو مگر کافروں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر چکا ہو اور کفار کے ہاتھوں ستائے ہوئے مسلمانوں کو پناہ بھی نہ دے سکے تو وہ مختار و آزاد ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے جو ان کی سمجھ میں آئے وہ کریں۔ دلیل [واقعہ ابوبصیر اور ابو جندل بن سہیل کا تفصیلی مطالعہ کریں: صحیح بخاری کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة مع اهل الحرب و كتابة الشروط حدیث رقم ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم كتاب الجهاد و السير، باب الصلح فی الحديبية، حدیث رقم ۱۷۸۳-۱۷۸۴]

پس ثابت ہوا یہ جہاد مسلم افراد اور ان کی پرائیویٹ تنظیموں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ آدابِ جنگ کے اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔

عددی قوت کی شرط:

اولاً: جہاد بمعنی قتال بھی فرض عین ہے اللہ تعالیٰ نے فرضیت کے ساتھ کسی تخصیص اور تعلیق کا ذکر نہیں فرمایا:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[۲:۲۱۶]

''تم پر جنگ فرض کی گئی اور وہ تمھیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

قتال بہر حال ضروری ہے مگر اسلام نے جن اسباب و دواعی کو ضروری قرار دیا ہے، یہ قتال ان کی موجودگی میں ہی ہوگا۔

مثلاً (۱) انسدادِ فتنہ

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾[۲:۱۹۳]

''اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پس اگر وہ باز آ جائیں تو نہیں (کسی پر) زیادتی سوائے ظالموں کے۔''

(۲) غلبہ اسلام

﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾[۸:۳۹]

''اور اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب اللہ کا ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اور حدیث نبوی ﷺ:

[''امرت ان اقاتل الناس......''] [صحیح البخاری، کتاب الایمان باب: ''فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ......'' حدیث رقم ۲۵] ''یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت واجب نہیں رہی...... تاہم جب جہاد کے لیے بلایا جائے تو......''

(۳) کفار کا جزیہ دینا

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ﴾[۹:۲۹]

''تم ان لوگوں سے لڑو جو ایمان نہیں لائے اللہ پر، اور نہ یوم آخرت پر، اور نہ حرام جانتے ہیں وہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام ٹھہرایا ہے، اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔''

(۴) کمزوروں کی مدد اور اعانت

﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾[۴:۷۵]

''اور تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ تم اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے کم زور (بے بس) مردوں اور عورتوں اور بچوں (کی خاطر) جو دعا کر رہے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے حمایتی اور بنا دے ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار۔''

(۵) مقتولین کا بدلہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[۲:۱۷۸]

''اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا قصاص مقتولوں (کے بارہ) میں، آزاد کے بدلے آزاد، اور غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت، پس جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے مطابق پیروی کرے، اور اسے اچھے طریقہ سے ادا کرے، یہ تمھارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے، پس جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

(۶) معاہدہ توڑنے کی سزا

﴿وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ

الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾[۱۲:۹]

''اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اپنے عہد کے بعد، اور تمھارے دین میں عیب نکالیں، تو کفر کے سرداروں سے جنگ کرو، بے شک اُن کی قسمیں کچھ نہیں، شاید وہ باز آ جائیں۔''

اور

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ[۱۴:۹] وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾[۱۵:۹]

''تم ان سے لڑو (تاکہ) اللہ انھیں عذاب تمھارے ہاتھوں سے اور اُنھیں رسوا کرے اور تمھیں اُن پر غالب کرے اور دل ٹھنڈے کرے مومن لوگوں کے۔''

''اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے، اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔''

(۷) دفاع

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[۱۹:۹]

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ) کو آباد کرنا ٹھہرایا ہے اس کے مانند جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(۸) مقبوضہ علاقہ آزاد کرانا

﴿وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾[۱۹۱:۲]

''اور انھیں مار ڈالو جہاں اُنھیں پاؤ اور انھیں نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے، اور اُن سے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے پاس

نہ لڑو یہاں تک کہ وہ یہاں تم سے لڑیں، پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو، اسی طرح سزا ہے کافروں کی۔"

اور

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [۲:۲۴۶]

"کیا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کی طرف نہیں دیکھا؟ موسیٰ کے بعد، جب انھوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کردیں تا کہ ہم لڑیں اللہ کے راستہ میں، اس نے کہا ہوسکتا ہے کہ اگر تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو، وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں گے، اور البتہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنی آل اولاد سے نکالے گئے ہیں، پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے چند ایک کے سوا (سب) پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو جاننے والا ہے۔"

(۹) لقاء العدو

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ [۸:۱۵] وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [۸:۱۶]

"اے ایمان والو! جب اُن سے تمھاری مُڈبھیڑ ہو جنھوں نے کفر کیا میدانِ جنگ میں، تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔" "اور جو اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، سوائے اس کے گھات لگاتا ہو جنگ کے لیے یا اپنی جماعت کی طرف جاملنے کو، پس وہ لوٹا اللہ کے غضب کے ساتھ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور یہ بُرا ٹھکانا ہے۔"

(۱۰) نفیر عام

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾[۹:۳۶]

"بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُن میں چار حُرمت والے (ادب کے) مہینے ہیں، یہی ہے درست دین، پس تم ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو، اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

اور حدیث نبوی ﷺ: "لا هجرة بعد الفتح ...... و اذا استنفرتم فانفروا"
(صحیح البخاری کتاب الجہاد، باب فضل الجهاد، حدیث رقم ۲۶۳۱)

ان دلائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ محولہ بالا اسباب میں سے کوئی سبب اگر موجود ہو یا ان مقاصد عالیہ میں سے کسی مقصد کا حصول باقی ہو تو اس وقت تک قتال فرض عین رہے گا۔

(۲) ثانیاً: فریق مخالف کی شکست کا یقینی ہونا ضروری نہیں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے حسب استطاعت اس میں حصہ لیا جائے۔

﴿ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴾[۲:۲۸۶]

"اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش (کے مطابق) اس کے لیے (اجر) ہے جو اس نے کمایا، اور اس پر (عذاب) ہے جو اس نے کمایا، اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ، اگر ہم بھول جائیں یا ہم چوکیں، اے ہمارے رب! ہم پر بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے ڈالا ہم سے پہلے لوگوں پر، اے ہمارے رب! ہم سے

نہ اٹھوا جس کی ہم کو طاقت نہیں، اور درگزر کر اور تو ہم سے، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہمارا آقا ہے، پس ہماری مدد کر کافروں کی قوم پر۔" (آمین)

اور

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾[۱۶:۶۴]

"پس جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرو اور سنو، اور اطاعت کرو، اور خرچ کرو (یہ) تمھارے حق میں بہتر ہے، اور جو اپنی جان (طبیعت) کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو یہی لوگ فلاح (دو جہان میں کامیابی) پانے والے ہیں۔"

(۳) ثالثاً: اسلام نے جنگی قوت کے لیے کوئی کمیت، کیفیت، عدد یا حجم مقرر نہیں کیا بلکہ حسب استطاعت زیادہ سے زیادہ قوت کے حصول کی ترغیب دلائی ہے:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾[۸:۶۰]

"اور ان کے لیے تیار رکھو جو تم سے ہو سکے قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، اس سے تم دھاک بٹھاؤ اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا، تم انھیں نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے، اور تم جو کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تمھیں پورا پورا دیا جائے گا، اور تمھارا نقصان نہ کیا جائے گا۔"

پھر میدانِ جنگ میں طاقت کے توازن کی مقدار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو آزاد چھوڑا ہے، وہ اپنی بصیرت کے مطابق حکمت عملی ترتیب دیں۔

ایک شبہ: سورۃ الانفال کی آیت (۶۵) اور (۶۶) میں اللہ تعالیٰ نے جو عدد مقرر کیا ہے وہ غلبہ کے اعتبار سے ہے۔ تخفیف کے بعد اب اگر مسلمان سو (۱۰۰) ہوں تو وہ دو سو (۲۰۰) پر ضرور غالب آئیں گے اور اپنے سے دوگنا دشمن سے مقابلے میں بھاگنا اور راہ فرار اختیار کرنا حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ دلیل: بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال باب ["الآن خفف اللّٰہ عنکم"] حدیث رقم (۴۶۵۳)۔

یہ تخفیف اس لیے کی گئی کہ میدانِ جنگ سے بھاگنا جرم من الموبقات ہے لہٰذا اب جو اس تخفیف کے بعد بھی جہاد سے بھاگ جائے تو وہ مجرم ہوگا[''اجتنبو السبع الموبقات...''] بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ[''ان الذین یاکلون اموال...'']۔(حدیث رقم ۲۶۱۵)

ازالۂ شبہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے سے دوگنا سے زیادہ دشمن سے لڑنا منع ہے بلکہ پہلی آیت کے مطابق جسے ناسخ بتایا گیا ہے، اپنے سے ہزار گنا بڑے دشمن سے بھی لڑا جاسکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کے غزوات اور سرایا پر عمیق نظر ڈالی جائے تو واضح ہوگا کہ مخصوص عددی قوت اور طاقت کا توازن ضروری نہیں، اگر نیت خالص ہو تو اپنے سے ہزار گنا دشمن سے لڑا جاسکتا ہے۔ اس دعویٰ کے ایقان کے لیے تاریخ اسلامی کے صفحات پلٹیے، بطور دلیل ایک آیت ہی کافی ہے:

﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾[۲:۲۴۹]

''جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انھوں نے کہا، بارہا چھوٹی جماعتیں غالب ہوئی ہیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

۲۔ اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

جہاد اپنے عمومی معنی میں ہو یا بمعنی قتال، دفاعی ہو یا عمومی اور اقدامی ہر حال میں یہ فرض عین ہے۔ دلیل عمومی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾[۹:۶۲]

''اے نبی جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں سے، اور اُن پر سختی کیجیے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ (بہت) بری جگہ ہے۔''

دلیل برائے قتال (۱): ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا﴾[۴:۸۴]

"پس آپ اللہ کی راہ میں لڑیں، آپ مکلف نہیں مگر اپنی جان کے، اور مومنوں کو آمادہ کریں، قریب ہے کہ اللہ روک دے کافروں کی جنگ (کا زور) اور اللہ کی جنگ سخت ترین ہے اور اس کی سزا سب سے سخت ہے۔"

(۲)۔ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[۲:۲۱۶]

"تم پر جنگ فرض کی گئی اور وہ تمھیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اور حدیث نبوی ﷺ:

"من مات و لم يغزوا ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من النفاق"

(صحیح مسلم: کتاب الاجارة، باب ذم من مات، حدیث رقم ۱۹۱)"

یعنی جس مسلمان کو اس حالت میں موت آئی کہ اس نے جہاد نہیں کیا اور اس کے دل میں جہاد کی خواہش بھی پیدا نہ ہوئی تو وہ گویا ایک طرح کی حالت نفاق میں مرا۔

مگر اسلام نے اس حکم جہاد میں کچھ تقیید و تخصیص بھی کی ہے جس کا ماننا ضروری ہے اور وہ اپنی جگہ مسلّم ہے:

دلیل (۱) ﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾[۹:۱۲۲]

"اور (ایسے تو) نہیں کہ مومن سب کے سب کوچ کریں۔ پس کیوں نہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت کوچ کرے تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں دین میں، اور تاکہ اپنی قوم کو ڈرسنائیں جب ان کی طرف لوٹیں، عجب نہیں کہ وہ بچتے رہیں۔"

دلیل (۲) ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ

مِنْ سَبِيلٍ وَ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [۹:۹۱] ﴿وَّ لَا عَلَى الَّذِينَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ [۹:۹۲]

''نہیں ضعیفوں پر، اور نہ مریضوں پر، اور نہ ان لوگوں پر جو نہیں پاتے کہ وہ خرچ کریں، کوئی حرج، جبکہ وہ خیر خواہ ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام نہیں، اور اللہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''، ''اور نہ ان لوگوں پر (کوئی حرج ہے) کہ جب آپؐ کے پاس آئے کہ آپ انھیں سواری دیں تو آپؐ نے کہا کہ (کوئی سواری) نہیں کہ اس پر تمھیں سوار کروں۔''

اور یہ جہاد ہر اس آدمی پر واجب ہے جو درج ذیل شرائط کا حامل ہو:

[۱] (۱) مسلمان ہو، (۲) عاقل ہو، (۳) بالغ ہو، (۴) مذکر ہو، (۵) تندرست ہو، (۶) غیر معذور ہو (۷) آزاد ہو، (۸) بینا ہو (۹) جہاد کے لیے زادِ راہ ساتھ ہو (۱۰) والدین سے اجازت۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الجہاد الاسلامی لعبدالرحمٰن الرحمانی، باب چہارم، جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط۔

۷- دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

یہ سوال مضحکہ خیز ہے کیونکہ اپنے دفاع کے لیے جنگ کرنا ہر حال میں جائز ہے' چاہے مسلم حکومت شکست کھا جائے یا فتح یاب ہو جائے' اسلامی ریاست ہو یا نہ ہو جواز تو کیا وجوب بھی باقی رہتا ہے' کیونکہ خلافت اسلامی کا قیام بذات خود واجب ہے۔

دلیل: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [۴:۵۹]

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں، پھر اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں تو اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الفصل فی الملل لابن حزم، الکلام فی الامامۃ، المجلد الرابع، صفحہ ۱۴۹

اس لیے خلافت اسلامیہ کے قیام کے لیے اور مقتولین کے قصاص اور اپنے مال و جان کے دفاع کے لیے حکومت اسلامیہ کے شکست کھا جانے کے بعد بھی مسلح جدوجہد کا وجوب باقی رہے گا مگر حسب استطاعت۔ ان کو اس سے منع کرنا انتہائی بے شرمی اور بے حمیتی ہے بلکہ دوسری اسلامی ریاستوں کو چاہیے کہ وہ ان کی امداد اور تعاون کریں تاکہ وہ کافروں سے اپنی ہزیمت کا بدلہ لے سکیں اور شکست کو فتح میں تبدیل کر سکیں، ایسا عملاً ہوا بھی ہے مثلاً جب تاتاریوں نے محرم ۶۵۲ھ میں بغداد پر حملہ کیا تو رجب ۶۵۹ھ تک مسلمانوں کا کوئی خلیفہ نہ تھا یہ مدت تقریباً ساڑھے سات سال تھی۔

اس وقت اگر امام ابن تیمیہؒ جیسے مردِ مجاہد علم جہاد بلند نہ کرتے تو حکومت کے ساتھ ساتھ عوام بھی اپنا وجود کھو بیٹھتے۔ مزید دلائل کے لیے پانچ نمبر سوال کا جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، ان شاء اللہ تشفی ہو جائی گی۔

۸- دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

اسلامی ممالک اور علاقوں کا تحفظ و مشرکین کے ناجائز قبضہ اور تسلط سے ان کو آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا سبب ہے تاکہ مسلمانوں کو ظلم و عدوان اور استعماری قوتوں کے پنجہ استبداد اور زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ جمانے کی خواہش سے نجات دلائی جاسکے۔ [ص ۱۱۹]

خلاصہ یہ ہے کہ مستقل اسباب کی طرح جہاد کے فرض عین ہونے کے چار عارضی اور وقتی اسباب موجود برقرار رہیں۔ [ص ۱۲۰]

فرض کفایہ کی حقیقت: جہاد فی سبیل اللہ میں شریک بعض لوگ اگر مقاصدِ جہاد پورے نہیں کر رہے، انسدادِ فتنہ، اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے اہداف و اغراض پورے نہیں ہو رہے تو ان حالات میں جہاد کو فرض کفایہ تصور کرنا جب کہ مقاصد جہاد کے حصول کے لیے کوئی کفایت نہیں ہو رہی لغوی و شرعی طور پر اور عقلی و فطری ہر اعتبار سے غلط ہے۔ [ص ۱۲۵ اور ۱۲۶]

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام ومقدرت

اگر مذکورہ حالات درپیش ہوں اور خلیفہ کی بعض مجبوریاں ہوں یا پھر خلیفہ دشمن کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہو تو ایسی صورت میں شرط ساقط ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ابی بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے نیز غزوہ موتہ میں امراء ثلاثہ کی شہادت کے بعد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کو علمِ امارت تھامنا، نیز امام ابن تیمیہؒ کے متعلق بھی کتب میں اس کی صراحت ملتی ہے۔

اضطراری حالت میں از خود امیر متعین ہو جانا بقاء دین، اجتماعی اور اسلامی زندگی کا شرعی تقاضا ہے۔ اسی طرح اختیاری حالات میں خلیفہ کا تقرر لازم ہے اور امارتِ صغریٰ کا قیام بھی واجبات دینیہ میں شامل ہے۔ [ص۲۶۹]

۱۰-آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

اگر کسی علاقہ پر کافر قبضہ کرلیں تو کافروں کو وہاں سے نکالنا، مقبوضہ علاقہ کافروں سے آزاد کروانا اور اس کے لیے مسلح مزاحمت جہاد ہی شمار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾[۲:۱۹۱]

”اور انھیں مار ڈالو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے، اور ان سے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑو یہاں تک کہ وہ یہاں تم سے لڑیں، پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو، اسی طرح سزا ہے کافروں کی۔“

﴿ وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ﴾ [۲:۲۴۶]

”وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں گے، اور البتہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنی آل اولاد سے نکالے گئے ہیں۔“

گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

اگر مسلم حکمران کافروں کا تابع فرمان، ان کا آلہ کار اور ان کی باطل اغراض کو پورا کرنے والا ہو تو ایسے حکمران کی دعوت کے ذریعے اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ اگر وہ اس کے باوجود کفار کا آلہ کار بنا رہے اور ایسے حکمران کے خلاف مسلح مزاحمت کے بغیر دفاع ممکن نہ ہو تو ایسی مسلح مزاحمت جہاد ہی سمجھی جائے گی۔

آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن جب غزوہ بنی المصطلق میں کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ فرمایا "ھم منھم۔" [رواہ البخاری ومسلم]

۱۲- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر جا کر حملہ کرنا جائز ہے اس کی دلیل سورۃ الحشر میں ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ...... وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴾ [۵۹:۲]

"وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا.......... اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں اُجاڑنے لگے۔ اے صاحب بصیرت عبرت پکڑو"

﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴾ [۵۹:۳]

"اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جلا وطنی نہ لکھ رکھی ہوتی' تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب ہی ہے"۔

﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ [۵۹:۵]

"جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے تم نے یا ان کو اپنی جڑوں پہ کھڑا رہنے دیا،

یہ اللہ کے حکم سے تھا اور مقصد یہ تھا کہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے"۔

﴿ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴾[۵۹:۱۴]

"یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے نہیں لڑیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں یا دیواروں کی اوٹ میں۔ اُن کا آپس میں بڑا رعب ہے، تم خیال کرتے ہو کہ یہ اکھٹے ہیں مگر ان کے دل علیحدہ علیحدہ ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ قوم عقل نہیں رکھتی"۔

اس سورۃ میں بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعوں سے نکالنے اور ان کے اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی تباہی و بربادی کا تذکرہ ہے۔ ان کی شر پسندی اور فساد انگیزی کے نتیجہ میں ان کے مالوں اور باغوں کو اجاڑنے، جڑوں سے اکھاڑنے، آگ لگا دینے اور بالآخر مدینہ سے ان کو جلا وطن کرنے کی اجازت دی گئی۔ دشمن ممالک میں جا کر فدائی حملے کیے جاسکتے ہیں یہ سنتِ رسول ہے۔

۱۳- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

جب دین اسلام کے دشمن کفار و مشرکین مسلمانوں کے کسی شہر یا علاقہ پر حملہ آور ہوں تو تمام اہل شہر اور قریب سے قریب تر مسلمانوں پہ اس کا دفاع کرنا فرض ہو جاتا ہے، ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً...... ﴾[۹:۱۲۳]

"اے ایمان والو! اپنے آس پاس کے کفار سے قتال کرو وہ تمہارے اندر خوب بہادری کا احساس کرلیں"

آیت مذکورہ میں کفار سے جہاد کرنے کی ترتیب سمجھائی گئی ہے۔ کہ "اَلْاَ قْرَبُ فَالْاَ قْرَبُ" (قریب سے قریب تر) کا اصول ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قتال کی ابتدا زیادہ قریب رہنے والوں سے کرنی چاہیے، پھر جہاد کو جاری رکھتے ہوئے اس ٹارگٹ کو حاصل کرنا چاہیے جو مندرجہ ذیل آیت میں ذکر ہے، ارشاد ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [۸:۳۹]

''کفار سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سب کا سب دین اللہ کے لیے ہو جائے۔''

جہاد کے مقاصد کے حصول میں ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے قریبی کافر سے پھر دور کے کافر سے قتال جاری رکھو۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کفار کے ساتھ الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے قتال جاری رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے جزیرہ عرب کے مشرکین سے قتال کا آغاز کیا اور اس کو مکمل فتح کرنے کے بعد اہل کتاب رومیوں سے جنگ شروع کی جو جزیرۂ عرب کے قریب تر تھا۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کیساتھ جہاد اور قتال جاری رکھا [تفسیر ابن کثیر جلد۲ صفحہ۴۴۱ و مسلم شریف: کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب ما یکون من فتوحات المسلمین قبل الدجال]

سیدنا نافع بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله ثم فارس فيفتحها الله ثم تغزون الروم فيفتحها الله ثم تغزون الدجال فيفتحه الله''

''(اے مسلمانو!) تم پہلے اہل جزیرۂ عرب کے ساتھ جنگ کرو گے جس کو اللہ تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر فارس (ایران) سے جنگ کرو گے اللہ اس کو تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم روم کے ساتھ جنگ کرو گے تو اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا، پھر دجال سے جنگ کرو گے اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا''۔ (الصحیح المسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب ما یکون من فتوحات المسلمین قبل الدجال)

گویا کہ دنیا کے چار بڑے مجرموں سے تمہاری جنگ ہوگی اور تائید الٰہی کے ساتھ فتح یاب ہو جاؤ گے۔ اس حدیث سے اَلْاَ قْرَبُ فَالْاَ قْرَبُ یعنی قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین والے کفار و مشرکین کے ساتھ غزوہ اور قتال کرنے کا ثبوت

واضح ہو رہا ہے، پھر فتح و نصرت کے مراحل طے کر کے کلمۃ اللہ کی سربلندی زمین پر ہوگی۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

جب دشمن بلادِ اسلام میں داخل ہو جائے تو بلاشبہ اس کا دفاع قریب سے قریب تر مسلمانوں پر واجب ہوگا کیونکہ تمام بلادِ اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر ہیں اور اس حالت میں ہر مسلمان پر جنگ کے لیے نکلنا واجب ہوگا، نہ والدین کی اجازت ضروری ہے اور نہ قرض خواہ کی اجازت ضروری ہے۔[الفتاوی الکبری، جلد۴، صفحہ۶۰۸]

حاصلِ کلام: مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوتا ہے کافر اور مشرک جو قریب کا ہے اس سے جہاد شروع کیا جائے گا۔ اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے شہری آبادی اور شہری مقامات پر حملہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ قریب سے قریب تر کے رہنے والے مشرکین و کافرین ہیں۔

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

نہیں۔ اس لیے کہ پاکستان میں آنے والے سفیروں کو پاکستان کی حکومت نے پناہ دی ہوتی ہے جو کہ عرف میں مسلمان شمار ہوتے ہیں اور شریعت کے اندر قانون ہے کہ جسے کوئی پناہ دے دے اسے دوسرے مسلمان کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾

کہ اللہ کی پناہ اور مسلمانوں کی پناہ ان کو مل سکتی ہے ورنہ ان یہود کے لیے ذلت ہی ہر جگہ ملے گی۔ اللہ کی پناہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور لوگ اگر پناہ دے دیں تب بھی غیر مسلم امن میں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پناہ میں رکھا جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو لے کر آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پناہ میں تھے تو محفوظ تھے ورنہ مسلمان ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔[الرحیق المختوم ص۵۴۴-۵۴۵ طبع بلال گروپ]۔

اسی طرح حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے ان کی بیوی نے پناہ دی تو انہیں کچھ نہیں کہا گیا۔

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

اپنے ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا اپنے پاؤں پر ہی کلہاڑی مارنا ہے۔شریعت نے غیر مسلموں کی قوت کمزور کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے نہ کہ اپنے لوگوں کی قوت کمزور کرنے کی طرف۔

اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کے ضابطوں پر پورا نہیں اترتے مگر غیر مسلموں کے لیے ہم سارے برابر کے مسلمان ہیں جب ہماری قوت کمزور ہوگئی تو انہوں نے ہم پر غلبہ حاصل کر لینا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے غیر مسلم اسلام کی طرف راغب نہیں ہوں گے اور وہ سمجھیں گے کہ اسلام کے اندر مسلمانوں کو بھی امن نہیں ہے اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے منافقین سے چشم پوشی کی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ اگر ہم اپنے ملک میں الجھ گئے تو ساری طاقت کمزور ہو جائے گی اور کافروں سے لڑنے کا موقع ہی نہ مل سکے گا۔ بلکہ کافروں کی یہ بھی ایک سازش ہے کہ آپس میں مسلمان الجھ پڑیں تاکہ اچھی طرح سے ان کی گرفت ہو سکے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ جس طرح کافر لوگ اسلام کو تسلیم نہیں کرتے کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اس طرح سے یہ لوگ اسلام کا انکار تو نہیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان بخاری شریف کتاب الفتن کی ابتداء میں موجود ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم حکمران امیر کے خلاف نہ نکلو الا یہ کہ تم کفر بواح یعنی کھلم کھلا انکار دیکھ لو۔ تو جب تک ہمارے لوگ بھی کھلم کھلا انکار نہیں کریں گے ہم ان پر حملہ نہیں کر سکیں گے۔اگر ہم غیر مسلموں کے مقابلے میں اکٹھے رہیں تو مضبوط رہیں گے۔

مثال سے مزید وضاحت ہو جائے گی۔آپ کے دو خاندان دشمن ہیں۔ایک خاندان کے سارے لوگ آپ سے دشمنی میں آپس میں بڑے جاںنثار ہیں، ایک دوسرے پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور اکٹھے ہو کر آپ پر حملہ کرتے ہیں۔ دوسری طرف جو خاندان آپ کا دشمن ہے وہ لوگ آپس میں لڑتے رہتے ہیں، ان کا قتل اور پیسہ آپس میں کام آتا ہے، بھلا جب یہ لوگ آپ سے لڑیں گے تو کس طرح اکٹھے ہو کر لڑ سکتے ہیں۔

۱۶- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

اگر ایک مسلمان ملک پر کفار کا حملہ/قبضہ ہو جائے تو ساری مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہو جائے گا کیونکہ المسلم اخو المسلم فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق اخوت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے جو ممکن ہو مالی، جسمانی، افرادی اور قولی ہر قسم کی مدد کریں اور غاصب کفار کے خلاف اعلانِ جہاد کیا جائے۔

۱۷- دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری

تمام مسلمان ممالک پر جہاد فرض ہے لیکن مجاور مسلم حکومتوں کا حق زیادہ ہے۔ اگر وہ اس تقاضا د ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہوں تو پھر ان کے ساتھ والی حکومتیں اس فریضہ کو ادا کرنے میں ذمہ دار و مکلّف ہیں۔ اگر وہ بھی اس مقبوضہ مسلم علاقے سے کفار کا قبضہ چھڑوانے میں ناکام رہیں تو پھر اس کے ساتھ والی حکومتوں کی ذمہ داری ہوگی۔ اس طرح سے یہ فریضہ ایک کونے سے دوسرے کونے تک عائد ہوتا چلا جائے گا۔

۱۸- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

ساری مسلم حکومتوں کا فرض ہے کہ جہاد کریں، صرف اعانت کافی نہ ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے ہمہ وقتی تیاری کا حکم دیا ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ، وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾[۸:۶۰]

''تم ان (کافروں) کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا بھی جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔''

تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنی تیاری ہمہ وقت رکھنی چاہیے تا کہ دشمن کو حملہ کی جرأت ہی نہ ہو اور اگر وہ جرأت کر ہی بیٹھے تو پھر اس کو کبھی نہ بھولنے والا سبق سکھا دیا جائے اور

اس کے ملک پر قبضہ سے کم پر کبھی سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ تاریخ کا یہی سبق ہے اور اس مسئلہ کا مستقل حل یہی ہے۔

۱۹-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

مجاور مسلم حکومتوں پر اعانت زیادہ فرض ہے اگر وہ کسی وجہ سے مداہنت یا کافروں کے رعب کے زیر اثر مقبوضہ اسلامی علاقہ واپس لینے سے قاصر ہوں تو ساتھ والے مسلمان یہ کام کریں گے۔ اور ایک بات جو نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملکی سرحدوں کی لکیریں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ عقبہ بن نافع ﷛ جب افریقہ کو فتح کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پہنچے تو سمندر میں گھوڑا ڈال دیا۔ جب گھوڑا ڈوبنے لگا تو باہر آ گئے اور عرض کرنے لگے یا اللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ سمندر کے اس طرف بھی دنیا ہے تو پھر ضرور اس طرف بھی جا نکلوں۔

حافظ ابو عبداللہ حاکم اپنی کتاب ''المستدرک'' میں روایت کرتے ہیں: کہ جب حبشہ میں نجاشی کا دشمن داخل ہو گیا تو مسلمان مہاجرین نے کہا ''آپ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلیں ہم آپ کی حمایت میں لڑیں گے تا کہ آپ کے ہم پر جو احسانات ہیں ہم ان کا بدلہ چکا سکیں اور پھر آپ ہماری شجاعت و جرأت بھی دیکھ لیں گے'' تو نجاشی نے جواباً کہا ''اللہ تعالیٰ کی مدد سے آنے والی بیماری، لوگوں کی حمایت سے حاصل ہونے والی شفاء سے بہتر ہے''۔ تو اس پر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۹ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے جو مومن تھے ان کے ایمانی و عملی اوصاف (صبر اور ثابت قدمی) اختیار کرنے کی ہدایت دی اور اسلامی علاقوں کی سرحدوں پر اللہ کی راہ میں مورچہ بند ہو کر جمے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایات دیں تا کہ وہ منزل مراد کو پا سکیں۔ [حوالہ المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر باب شان نزول اصبرو و صابروا]

۱۹-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی نوعیت

اس اعانت و نصرت کی حدود ہر ممکنہ ذریعہ، وسیلہ، طریقہ استعمال میں لانا' ہر قوت بروئے کار لانا' تمام تر وسائل ترجیحی بنیادوں پر اس عظیم فریضہ کی بجا آوری پر لگانا اس کی حدود ہیں۔

سیاسی اعانت

سیاسی اعانت سے اس کا حق ادا نہیں ہو پائے گا اگرچہ اس کی اہمیت ہے۔ سفارتکاری،

پروپیگنڈہ، ذہن سازی، حکومتی عہدیداروں کا دوسرے ملکوں سے سیاسی مدد حاصل کرنا، اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں لیکن جب تک عسکری اعانت نہ کی جائے گی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ گذشتہ سو سال کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، ایک مثال بھی ایسی نہیں کہ کسی مسلمان ملک کا کوئی مسئلہ حل ہوا ہو بلکہ اُلٹا مسائل پیدا ہوتے اور بڑھتے چلے گئے ہیں۔ پرانے مسائل کشمیر، فلسطین، چیچنیا، فلپائن، سنکیانگ کے مسلمانوں کے ہیں اور اس کے بعد نئے قضیے پیدا کیے گئے ہیں جیسے برما، تھائی لینڈ، عراق، افغانستان کے۔

اس کے علاوہ کوئی پتہ نہیں کہ ایک دو سال کے اندر کچھ اور نئے قضیے نہ پیدا کردیے جائیں کہ خیر سے دجال کی نمائندہ عالم کفر کی حکومتیں مسلمانوں کا خون بہائے بغیر کچھ لطف محسوس نہیں کرتیں۔

لہٰذا ہماری رائے میں عسکری مدد کو اولیت حاصل ہے کیونکہ ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔'' ویسے بھی کسی مسلمان ملک کو اقوام متحدہ میں ویٹو پاور کا حق حاصل نہیں ہے اور یہ بدمعاش ممالک مسلمان ممالک کا کوئی مسئلہ حل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ اقوام متحدہ بس مسلمان ملکوں کو باندھ کر مارنے کا ایک سلاٹر ہاؤس ہے جس میں مسلمان ممالک کو ایک ایک کرکے ذبح کیا جارہا ہے اور سارے کافر قصاب مل کر اس پر پل پڑتے ہیں اور مسلم عوام صرف اوہ آئی سی کرتے رہ جاتے ہیں۔

انڈونیشیا میں مشرقی تیمور کو الگ کرکے عیسائی ملک بنا دیا گیا' لیکن کشمیر و فلسطین کے پرانے مسائل اس لیے حل نہیں ہورہے کہ یہاں کے باسی غیر مسلم نہیں ہیں۔ تو اس وقت کے معروضی حالات اس بات کے مؤید ہیں کہ مظلوم مسلمان ملکوں پہ جس طرح علانیہ ظلم کیا جارہا ہے مسلمان ملک ان کے خلاف علانیہ جہاد کا اعلان کریں۔

۲۲- دفاعی جہاد میں امت کا کردار

اگر ایک مسلمان ملک پر کفار کا حملہ یا قبضہ ہوجائے اور مسلمان ریاستیں اس کی مدد نہ کریں تو اس صورت میں ساری اُمت کے مسلمانوں پر (یعنی ہر فرد مسلم پر) جہاد فرض ہوجائے گا۔

ہدایہ میں ہے:

"فَإِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰی بَلَدٍ وَجَبَ عَلٰی جَمِيْعِ النَّاسِ الدَّفْعُ، تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَوْلٰی لِأَنَّهُ صَارَ فَرْضَ عَيْنٍ... كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ" [الهداية ۲/۵۵۸-۵۵۹]

''پس اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ دوڑے تو تمام مسلمانوں پر اس کے دفاع کے لیے قتال کرنا فرض عین ہوگا، چنانچہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوں کیونکہ اس وقت جہاد، نماز و روزہ کی طرح فرض عین ہو جاتا ہے جس کے لیے مخلوق میں سے کسی کی اجازت کی کوئی شرط نہیں۔'' [الجہاد اسلامی ص ۱۰۹]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

'' فاما اذا اراد العدو الهجوم على المسلمين فانه يصير دفعه واجبا على المقصودين لهم و على غيرا المقصودين لاعانتهم كما قال الله تعالىٰ: ﴿ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾[۸:۷۲]''

''جب دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہوگا خواہ حملہ آور کی زد میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں کیونکہ ان کی نصرت واعانت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رو سے ضروری ہے کہ اگر مسلمانان دین تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض اور واجب ہے۔

''اور یہ نصرت ہر مسلمان پر جس قدر ممکن ہو جان اور مال کے ساتھ واجب ہے۔ خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر، پیادہ ہوں یا سوار، جیسا کہ غزوۂ خندق میں جب دشمن نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق تمام مسلمانوں پر دفاعی قتال کو فرض اور واجب قرار دیا اور ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو مختلف حیلوں بہانوں سے قتال میں شریک نہ ہونے کی رخصت طلب کرنے لگے''۔ [الجہاد الاسلامی، ۱۰۹-۱۱۰]

۲۳- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

جب دین اسلام کے دشمن کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا علاقہ پر حملہ آور ہوں تو تمام اہل

شہر اور قریب سے قریب تر مسلمانوں پر اس کے دفاع کے لیے قتال کرنا فرض عین ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾[۹:۱۲۳]

آیت مذکورہ بالا میں کافروں کے خلاف جنگ کی ترتیب سمجھائی گئی ہے کہ مؤمنوں کو اور الاقرب فالاقرب (قریب سے قریب تر) کا اصول ملحوظ نظر رکھتے ہوئے، قتال کی ابتداء زیادہ قریب رہنے والوں سے کرنی چاہیے پھر بالترتیب قتال جاری رکھتے ہوئے ٹارگٹ کو حاصل کرنا چاہیے جو درج ذیل آیت میں ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ﴾ [۸:۳۹]

[الجہاد الاسلامی، ص ۱۰۳]

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''اذا دخل العدو بلاد السلام فلا ريب انه يجب دفعه على الأقرب فالأقرب اذ بلاد الاسلام بمنزلة البلد الواحده و انه يجب النفير اليه بلا اذن والد أو غريم''۔[الفتاویٰ الکبریٰ: ۴/ ۶۰۸]

جب دشمن بلاد اسلام میں داخل ہوجائے تو بلاشبہ اس کا دفاع قریب سے قریب تر مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ کیونکہ تمام بلادِ اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر کے ہیں اور اس حالت میں ہر مسلمان پر جنگ کے لیے نکلنا واجب ہوگا، نہ والدین کی اجازت کی ضرورت ہوگی نہ قرض خواہ کی اجازت ضروری ہے۔[الجہاد الاسلامی ص ۱۱۰]

اَلْاَ قْرَبُ فَالْاَ قْرَبُ کے قرآنی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا کے تمام کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرنے کے لیے ہر مسلمان ذمہ دار اور مامور ہے۔[الجہاد الاسلامی ص ۱۱۱]

۲۴۔ دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

مذکورہ حالات میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر اُمت مسلمہ کے ہر فرد اور ان کی بنائی ہوئی پرائیویٹ تنظیموں سب پر جہاد فرض عین ہوگا۔

۲۵- دفاعی جہاد میں خودکش حملے

دفاعی اور اقدامی جہاد میں خودکش حملے جائز ہیں، جس طرح آپ ﷺ فدائی حملوں کے لیے صحابہ کو روانہ فرماتے : کہ "حین لي لفلان عبداللہ بن عتیک ؓ کی کاروائی محمد مسلمہ ؓ کی کاروائی۔ آپ ﷺ کا فرمان: "من خیر معاش الناس لھم رجل ممسک عنان فرسه فی سبیل اللہ یطید علی فتنة کلما سمع ھیعة اوفزعة طارعلیه یبتغی القتل و الموت مظانه." [مسلم کتاب الامارہ باب فضل الجہاد والرباط]

۲۶- دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

مسلمانوں پر ان بین الاقوامی معاہدوں کی پابندی کوئی ضروری نہیں، اگرچہ ان پر مسلمان حکومتوں نے دستخط بھی کیے ہوں۔

جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ابوجندلؓ سے فرمایا تھا "واصبرو احتسب فانا لا نغدر و ان اللہ جاعل لک فرجا و مخرجا" ابوبصیرؓ نے ایک مشرک کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کو کوئی ساتھی مل جائے۔ یہ فرما کر گویا نبی ﷺ مشرکین کے خلاف جنگ و جدال کے دلیرانہ اقدامات پر ابوبصیرؓ کی تعریف و توصیف فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ابوبصیرؓ نے عسکری قوت جمع کر کے کافروں کے خلاف منظم تحریک برپا کر دی۔

حدیث ابی بصیر ؓ سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ دارالسلام کی حدود سے باہر معاہدہ صلح کا اطلاق نہیں ہوتا الا یہ کہ امام اور خلیفہ اطلاق کی تصریح کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلم حکمرانوں میں سے کسی ایک کے معاہدے کی پابندی اور پاسداری دوسروں پر ضروری نہیں الا یہ کہ خلافت اسلامی قائم ہو اور معاہدے کے عام ہونے کی تصریح موجود ہو۔ [ص ۲۷۶]

۲۷- دہشت گردی کی تعریف

عوام الناس کو خاک وخون میں لت پت کرنا، اندرونِ شہر یا بیرون شہر اسلحہ لہرانا، ڈاکہ ڈالنا، بلاوجہ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنا۔

۲۸-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

ایسے مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح جدوجہد جائز نہیں اور نہ ہی یہ مسلح جدوجہد جہاد شمار ہوگی [ہاں اگر وہ حکمران اعلانیہ کفر کریں تو ان کے خلاف مسلح جدوجہد جہاد ہوگی]۔

۲۹-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

ایسے مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح جدوجہد نہ فرض کفایہ ہے نہ فرض عین اور نہ ہی مستحب۔

۳۰-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پرامن جدوجہد کی شرعی حیثیت

ایسے مسلمان حکمرانوں کے خلاف پرامن اصلاحی جدوجہد ضروری ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''من رای منکم منکرا......'' اور ''الدین النصیحة''

۳۱-مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

مسلمان افراد اور تنظیموں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ باہمی دینی اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کو کافر کہیں۔

۳۲-مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

اسے چاہیے کہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔

۳۳-مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

اسے یہ حق نہیں کہ کہ ایسے شخص کو خود قتل کرے۔

☆☆☆☆☆

حافظ ڈاکٹر عبدالرشید ☆

۱- جہاد کی تعریف

لغت میں: ''کسی کام کے لیے انتہائی قوت وکوشش کرنا''

شریعتِ اسلامی کی اصطلاح میں: ''نصرتِ اسلام کے لیے ایک مسلمان کا رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی پوری طاقت اور کوشش صرف کرنا'' ''بذل المسلم طاقته وجهده في نصرة الاسلام ابتغاء مرضاة الله''

۲- کارِ دعوت پر جہاد کا اطلاق

اگر دعوت ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے مرحلے میں ہو تو اس پر جہاد کا اطلاق ہوسکتا ہے، جہد کے تحقق کے بغیر کوئی عمل جہاد نہیں کہلا سکتا، بالعلم ہو یا بالمال یا بالنفس جیسے کہ ہر مسئلے کا حل اجتہاد نہیں کہلاتا۔

۳- اصلاحِ نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

لغت کے اعتبار سے اور شرعاً جب تک کوئی پر مشقت عمل نہ ہو جہاد نہیں کہلا سکتا۔

۴- اقدامی جہاد میں شرطِ امام

قیادت کے بغیر جہاد ممکن ہی نہیں اور قیادت شریعت کی رو سے امام کے ہاتھ میں ہے تنظیم سازی بذاتِ خود محلِ نظر ہے بالخصوص جبکہ تنظیموں کے سربراہ اپنے آپ کو امام المسلمین کا قائم مقام سمجھتے ہوں تو سراسر فتنہ اور دجل ہے۔

۵- اقدامی جہاد میں شرطِ مقدرت

جہاد کے لیے اجتہادی بصیرت ضروری ہے رسول اکرم ﷺ کے علاوہ ہر شخص امکانات

☆ مسعودی مکتب الدعوۃ، اسلام آباد

فتح وشکست کا جائزہ لیے بغیر مسلم عساکر کو جہاد کے نام پر ہلاکت میں نہیں ڈال سکتا، سورۃ انفال کی آیت:

﴿ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [۸:۶۶] .... ہر دور کے لیے عام ہے۔

۶-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

''اقدامی جہاد'' کے شرعی احکام حسب حالات بدلتے رہتے ہیں ان کی تطبیق فتح کے امکانات پر مبنی ہوگی۔

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

فرض تو نہیں لیکن ایک حدیث کے مطابق انتہائی پسندیدہ ترین عمل ہے:

''عن ابی ذر رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال ثلاثة یحبهم اللّٰه عزوجل(منهم) رجل کان فی سریة فلقوا العدو فانهزموا فاقبل بصدره حتی یقتل او یفتح له''[اخرج النسائی فی سننه باب فضل صلاۃ اللیل فی السفر جلد۳ صفحہ۲۰۷]

اگر فرض ہوتا تو اس کے بیان کی یہ صورت نہ ہوتی۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

مذکورہ حدیث کی رو سے عام آدمی پر تو فرض نہیں کہی جاسکتی البتہ مستحب ضرور ہے۔

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام ومقدرت

ابتداءِ جہاد چونکہ امامت میں ہوئی تھی' اس لیے شرط پوری ہو چکی شکست کی صورت میں بقیہ کاروائی امام المسلمین کے تحت شروع کیے جانے والے عملِ جہاد کا تسلسل سمجھی جائے گی (مسبوق کی نماز کی طرح)۔

۱۰- آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

جہاد کے لیے فی سبیل اللہ ہونا ضروری ہے ہر مسلح جِدّ و جہد جہاد نہیں ہے۔

۱۱ تا ۱۵- گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت اور دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

ہمارے خیال میں یہ صورتیں اصطلاحی جہاد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ نظام کو اپنے ہاتھ میں لینے اور خانہ جنگی کی صورتیں ہیں، اس صورتِ حال میں فرد کی اصلاح اور دعوت میں مشغول ہونا ہی جہاد ہوگا۔ (حسب طاقت وقدرت)

۱۶ تا ۲۱- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

ایک سے زیاد مسلم حکومتوں کے قیام کی شرعی حیثیت ہی قابلِ بحث اور توجہ ہے باقی مسائل اس کی فرع ہیں۔

۲۲- دفاعی جہاد میں امت کا کردار

فرض ہر فرد پر ہوگا مگر اس کی فوری ادائیگی ممکن نہ ہونے کی وجہ سے (فرض موسع) ہوگا، جوں ہی امکان پیدا ہو، ادا کرنا ہوگا۔

۲۳- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

مجاورت کی حدود بھی امکانات کا جائزہ لے کر ہی متعین ہوں گی۔

۲۴- دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

پہلے ذکر ہو چکا۔

۲۵- دفاعی جہاد میں خودکش حملے

اکثر اوقات اس کے سوا کچھ ممکن ہی نہیں ہوتا۔

۲۶- دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

دفاعی جہاد جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حملے یا قبضے کی صورت میں ہوتا ہے، اس قسم کی ہنگامی

صورتِ حال میں معاہدہ خود بخود بے اثر ہو جاتا ہے، گویا دشمن کی طرف سے اس کی خلاف ورزی ہو چکی ہوتی ہے۔

۲۷-دہشت گردی کی تعریف

وسیع تر مفہوم تو نظام کو اپنے ہاتھ میں لینا اور مرضی کی کاروائی کرنا ہے۔

۲۸ تا ۲۹-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

لا ادری۔

۳۰-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پر امن جدوجہد کی شرعی حیثیت

فرض عین، جب حکومت دعوت کا کام نہ کرے تو (ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر....) کی رو سے فرض عین ہے۔

۳۱-مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

باہمی دینی اختلاف کے ضمن میں منکرینِ حدیث کا ذکر انتہائی بے جا اور بے محل ہے رہا مسلمانوں کے فرقوں کا ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانا تو سلف سے اس کی نظیر نہیں ملتی، اس سے احتراز لازم ہے۔ ویسے فتویٰ شخصیات یا جماعتوں پر نہیں افکار و عقائد اور اعمال پر ہوتا ہے۔ ہمارے مطالعے کے مطابق عصرِ حاضر کے منکرین حدیث (جو معروف ہیں) وہ پورے اسلام (قرآن و حدیث) کا انکار کرتے ہیں، انہیں مسلمانوں کا فرقہ کہنا ناانصافی ہے ورنہ آغا خانی، بہائی، قادیانی، باطنی سب اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں۔

۳۲ تا ۳۳-مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

نہ صرف یہ کہ اسے کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی زبان کو روکنا بھی ضروری ہے۔ اس قسم کے کافر کو کافر سمجھنا تو شاید ضروری ہو مگر کہنا ضروری نہیں۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہار الحق☆

۱- جہاد کی تعریف

دین کی سربلندی کے لیے حسب موقع جان و مال اور زبان وقلم وغیرہ کے ذریعے جدوجہد کرنے کا نام جہاد ہے۔ علامہ کاشانی کے مطابق جہاد: ''بذل الوسع والطاقة بالقتال فی سبیل اللہ عزوجل بالنفس والمال واللسان او غیر ذلک'' یعنی اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے جان، مال اور زبان وغیرہ کے ذریعے اپنی پوری قوت اور طاقت کے استعمال کرنے کا نام جہاد ہے [بدائع الصنائع، ۷:۹۷]

۲- کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

مسلم وغیر مسلم معاشرے میں حسب ضرورت وموقع مندرجہ بالا ذرائع اور دیگر پُرامن ذرائع بھی جہاد میں شامل ہیں۔

۳- اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

یہ بھی جہاد ہے: (رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر) کے مطابق۔ لیکن یہ بھی اس وقت ہے جبکہ قتال فی سبیل اللہ کا موقع اور ضرورت نہ ہو۔

۴- اقدامی جہاد میں شرطِ امام

جہاد کے لیے امامِ وقت اور اسلامی ریاست کی سرپرستی ضروری ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ''انما الامام جنة يقاتل من وراءه و يتقى به'' [بخاری: کتاب الجہاد، باب: من يقاتل من وراء الامام]۔

افراد اور تنظیمیں، جنہیں حکومت کی سرپرستی حاصل نہ ہو، ان کا جہاد درست نہیں، کیونکہ

☆ شعبہ علوم اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خاں

اس طرح جہاد مسلمانوں کے لیے اور ریاست کے لیے باعثِ ضرر اور نقصان ہو سکتا ہے۔

۵-اقدامی جہاد میں شرط مقدرت

مسلم حکومت اگر غیر مسلم حکومت کے ساتھ معاہدے میں شریک نہ ہو اور وہ دارالکفر کے مسلمانوں کی امداد کر سکتی ہو اور وہاں کے مسلمانوں کو نجات دلا سکتی ہو، جبکہ وہاں کے مسلمانوں نے امداد کی اپیل کی ہو تب اس حکومت پر جہاد فرض ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ [۸:۷۲] کہ اگر وہ تم سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا فرض ہے، سوائے اس کے کہ تمہارے اور اس قوم کے درمیان معاہدہ ہو۔

مسلم حکومت کے لیے "مقدور بھر" قوت ضروری ہے، نہ کہ کفار کے برابر کی پوری قوت۔ ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [۸:۶۰] میں یہی بات کہی گئی ہے۔ جہاد کے لیے وسائل سے زیادہ ایمان کی قوت اور حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مذکورہ صورت میں فضائے بدر پیدا کرنے کے بعد دشمن کی قوت دوگنا ہو یا دس گنا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ماضی قریب اور ماضی بعید کی پوری اسلامی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ بدر و احزاب سے لے کر افغانستان، بوسنیا اور عراق اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

۶-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

مذکورہ بالا صورت میں یہ فرض ہو گا۔

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

اس صورت میں اگر وہاں کے مسلمان منظم ہوں اور کسی قیادت کے تحت ہوں اور دشمن کی غلامی پر راضی نہ ہوں تو یہ جہاد ان پر فرض ہو گا۔ بصورتِ دیگر غلامی ان کا مقدر ہو گی اور دشمن کی نگاہیں دوسرے مسلمان علاقوں کی طرف اُٹھیں گی۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

اس صورت میں یہ فرض عین ہو گا۔

۹۔ دفاعی جہاد میں شرط امام ومقدرت

امام کے شکست، نااہلی، فرار یا قتل کی صورت میں اگر وہاں کے مسلمان کسی اور قیادت پر متفق یا منظم ہوں، تو وہ امامِ وقت کے متبادل شمار ہوں گے۔

قاضی عیاض کے بقول:

"اجمع العلماء علی ان الامامة لا تنعقد لکافر و علی انه لو طرء علیه کفر و تغییر للشرع خرج عن حکم الولایة و سقطت طاعته و وجب علی المسلمین القیام علیه و خلعه و نصب امام عادل ان امکنهم ذلک. فان لم یقع ذلک الا لطائفة وجب علیهم القیام بخلو الکافر" [نووی، شرح مسلم، کتاب الامارہ، ج ۱۱:۲۲۹]

ترجمہ: "علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی۔ خاص کر اس پر اگر کفر کا غلبہ ہو اور شریعت کو تبدیل کرے تو وہ حکمران کی تعریف سے نکل گیا اور اس کی اطاعت ختم ہوگئی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوکر اسے ہٹانا اور اس کی جگہ امام عادل کا مقرر کرنا فرض ہے اور اگر یہ ایک گروہ کے لیے ممکن ہو تو اس پر کافر کے ہٹانے کے لیے اٹھ کھڑا ہونا فرض ہے۔"

۱۰۔ آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

غلامی عذاب اور وطن کی آزادی بذاتِ خود ایک نعمت ہے۔ اسلامی حکومت کا عزم و اعلان نہ بھی ہو، پھر بھی مسلمان ایک آزاد ملک میں آزادی کیساتھ اسلام پر تو کم از کم عمل پیرا ہوسکیں گے۔ جہاد فی تخلیص المستضعفین کے بارے میں آیت: ﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [۴:۷۵] سے ثابت ہوتا ہے کہ مغلوب و مظلوم مسلمانوں کو کفار سے آزادی دلانا اور انہیں ظالموں سے چھڑانا بھی جہاد کی ایک قسم ہے [گوہر رحمان: تفہیم المسائل ۱:۴۶۳]۔ پیغمبر انقلاب کا مشن انسان کو انسان کی غلامی سے نکالنا ہی تو تھا (حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نجاشی کے ہاں تقریر)۔

۱۱-گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

جائز ہے کیونکہ ایسی حکومت کفار ہی کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتی ہے۔

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

جائز ہے بالکل اسی طرح جس طرح دشمن ملک نے ان کے ملک کے اندر جا کر حملہ کو جائز سمجھا۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

سفارتی آداب بجالانے والے اور سفارتی حدود کا پاس رکھنے والے سفارتخانوں پر حملہ جائز نہیں:

﴿ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾ [۲:۱۹۱]

''اور اُن سے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑو یہاں تک کہ وہ یہاں تم سے لڑیں، پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو۔''

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

جی ہاں، بالکل اس طرح جس طرح غزوہ بدر سے قبل مسلمان قریش کے معاشی مفاد کے حامل قافلے کے راستے میں مزاحم ہونے کے لیے نکلے تھے۔

۱۶ تا ۱۹-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

مقبوضہ علاقے کے مسلمان یا وہاں کی حکومت اگر اٹھ کھڑی ہو اور مدد مانگے تو قریب کی سرحدوں سے متصل ممالک پر جہاد فرض عین ہوگا۔ بالکل اس طرح، جس طرح کسی کے پڑوس میں آگ لگی ہو، تو اس کا بجھانا پڑوسیوں پر فرض ہوگا۔ ''لا يظلمه ولا يسلمه. او لتطرن على يد الظالم اطرا''۔ ابن عابدین شامی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی علاقے

پر کفار کا قبضہ ہو گیا ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے لیے کوئی مسلمان حکمران/ قائد تلاش کریں [بحوالہ گوہر رحمٰن: تفہیم المسائل، ۴:۱۲۶۱-۲۶۲]، اور اس کی قیادت میں جہاد کیا جائے گا۔ دیگر اسلامی ممالک پر ان کے اپنے حالات کے مطابق سیاسی، سفارتی، اخلاقی یا مالی امداد فرض ہوگی کیونکہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ ان کی تکلیف، دکھ درد اور مفادات آپس میں مشترک ہوتے ہیں۔

۲۰ تا ۲۱-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی حدود

دیگر مسلم ممالک پر سیاسی، اخلاقی، مالی تعاون میں سے بقدر ضرورت و استطاعت تعاون فرض ہوگا۔ ان میں سے جس طریقے سے بھی وہ مدد کر سکتے ہوں اس سے اعانت کا حق ادا ہو جائے گا۔

۲۲-دفاعی جہاد میں امت کا کردار

نہیں کیونکہ جہاد کے لیے منظم ہونا ضروری ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾[الصف:۴]

بے شک اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں، گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

۲۴-دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

مستحب، تاہم حکومت کی سرپرستی کی صورت میں یہ فرض کفایہ ہوگا۔

۲۵-دفاعی جہاد میں خودکش حملے

جہاد خدا کی راہ میں مرنے اور مارنے کے لیے تیار ہونے کا نام ہے۔﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ﴾[۹:۱۱۱] خودکش حملے اسی زمرے میں آتے ہیں۔

۲۶-دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

معاہدوں کی پاسداری کی جانی چاہیے۔ اگر یہ ضابطے غیر منصفانہ ہوں تو انہیں تبدیل کرنے

کی کوشش کی جانی چاہیے، یا زیادہ نقصان دہ ہونے کی صورت میں ان معاہدوں سے نکلنا چاہیے اور اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالنا چاہیے۔

﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ﴾ [۸:۵۸]

"اگر تمھیں کسی قوم سے دغا بازی کا ڈر ہو تو (اُن کا معاہدہ) پھینک دو ان کی طرف برابری پر، (برابری کا جواب دو) بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔"

۲۷۔ دہشت گردی کی تعریف

کسی فرد، جماعت یا حکومت کو اس کے جائز حق یا مقام سے محروم کرنے کے لیے ناجائز اور پر تشدد طریقے استعمال کرنا۔

نوٹ: جہاد اور دہشت گردی میں فرق کے لیے ان آیات کو سامنے رکھا جائے۔

- ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴾ [۴:۷۶]

"ایمان لانے والے اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں اور کافر لڑتے ہیں طاغوت (سرکش مفسد) کے راستہ میں، سو تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بے شک شیطان کا فریب کمزور (بودا) ہے۔"

- ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [۲:۱۹۱]

"اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے۔"

- ﴿ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴾ [المائدہ:۶۴]

"وہ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسے بجھا دیتا ہے اور وہ ملک میں فساد کرتے ہوئے دوڑتے ہیں (فساد بپا کرتے ہیں)، اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

- ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [۸:۳۹]

"اور اُن سے جنگ کروں یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے، اور دین سب اللہ کا ہو جائے،

پھر اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

۔ ﴿فَإِنْ قٰتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِينَ﴾ [۲:۱۹۱]

"پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو، اسی طرح سزا ہے کافروں کی۔"

۲۸۔غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

اگر مسلمان منظم ہوں، کامیابی کے امکانات ہوں اور تمام پرامن طریقے ناکام ہو چکے ہوں تو ان کے خلاف مسلح جدوجہد جہاد ہے۔

۲۹۔غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

فرض کفایہ ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ﴾ [۹:۱۲۲] کی رو سے۔

۳۰۔غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پرامن جدوجہد کی شرعی حیثیت

فرض کفایہ

۳۱۔مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

جائز نہیں

۳۲۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

(ا) پہلے اپنی رائے کو قرآن وسنت کی روشنی میں جانچے اور مضبوط دلائل ڈھونڈے اور بیان کردے۔

(ب) مخالفین کی رائے اور دلائل کو سنے۔ ان پر اطمینان کی صورت میں دوسروں کی بات یا موقف کو تسلیم کرے۔

(ج) عدم اطمینان کی صورت میں اپنی رائے کو چھوڑے نہیں اور دوسرے کو چھیڑے نہیں۔

(د) مخالفت برائے مخالفت سے اجتناب کرے۔

۳۳۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

یہ اختیار حکومت کا ہے، نہ کہ کسی فرد کا۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ☆

۱-جہاد کی تعریف

۱-اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر سطح پر جدوجہد اور سعی بشمول جہاد بالمال و جہاد مع النفس

۲-کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

یہ مذکورہ بالا اقسام میں شامل ہے

۳-اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

ہاں، لیکن قرآن مجید میں اسے صبر کا نام دیا گیا ہے۔﴿الصبر علی الطاعات﴾

۴-اقدامی جہاد میں شرطِ امام

امام کا ہونا شرط ہے۔

۵-اقدامی جہاد میں شرط مقدرت

عزیمت اور رخصت مدنظر رہے۔

۶-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

کبھی فرض اور کبھی مستحب۔

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

بالکل ہے۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

فرض کفایہ، فرض عین اور مستحب تینوں صورتیں ممکن ہیں۔

☆ شعبہ علوم اسلامیہ پشاور یونیورسٹی

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام ومقدرت

ان شرائط پر عمل ضروری ہے۔

۱۰-آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

یہ جہاد نہیں

۱۱-گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

فرض کریں اگر کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہ ہو تو نتیجہ کیا نکلے گا؟

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

دشمن کے رویے سے اس کا تعلق ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کو ان کے گھروں کے اندر مارنے پر تلا ہوا ہو اور شکایت کرنے سے بھی روک رہا ہو تو یہ فطری بات ہے کہ کوئی فرد اپنی بساط کے مطابق ردعمل کا اظہار ضرور کرے گا۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

جائز نہیں

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

یہ جائز نہیں لیکن اگر سفارت خانہ جاسوسی کا گڑھ ہو تو پھر صورتحال بدل سکتی ہے۔

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

اگر دشمن مسلمانوں کے معاشی وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہو تو Tit for Tat یعنی جیسا عمل ویسا ہی ردعمل کا اصول کارفرما ہوگا۔

۱۶-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

”مثل المومنین فی تراحمهم و توادهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی“۔

۲۱- دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی شرعی حیثیت

فرض ہے

۲۲- دفاعی جہاد میں امت کا کردار

جی ہاں

۲۳- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کا کردار

اگر سب کا نظریہ ایک ہے تو سب نے اس کی حفاظت کرنی ہے۔ بے حسی کی صورت میں اندر اور باہر سب ختم ہو جائے گا۔

۲۴- دفاعی جہاد میں عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

دیکھیے جواب نمبر ۱۶۔ ۲۰

۲۵- دفاعی جہاد میں خودکش حملے

جائز ہیں

۲۶- دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

مسلمان حکومتیں کیا مسلمان عوام کی صحیح نمائندہ ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ہاں ورنہ نہیں۔

۲۷- دہشت گردی کی تعریف

ارھاب الناس و الظلم علیھم و الفساد ھم۔

۲۸- غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

دیکھنا پڑے گا کہ جابر کا سپورٹر کون ہے؟ مسلمان یا کافر!

۲۹- غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

حسب احوال تینوں صورتیں ممکن ہیں۔

۳۰- غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پر امن جدوجہد کی شرعی حیثیت

فرض عین ہے۔

۳۱۔مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

کوئی نہیں

۳۲۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کی ذمہ داری

”وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ“[۴۹:۹]

”اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں، تو تم ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر زیادتی کرے ان دونوں میں سے ایک دوسرے پر، تو تم اس سے لڑو، جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے۔“

۳۳۔مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

ہرگز نہیں۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا☆

۱- جہاد کی تعریف

دینِ اسلام دنیا کی آبادی کے پانچویں حصے کا نمائندہ دین ہے۔ جہاد اور دہشت گردی کے حوالے سے آج دنیائے اسلام کو بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ اس معاملے کو عالمی تناظر میں مؤثر انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاد، جہد سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش کرنا اور جدوجہد کرنا ہیں۔ ہر قسم کی جدوجہد اور قربانی وایثار جہاد ہے۔ جانی، مالی، دماغی قوتوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جہاد ہے۔ دشمنوں کی تدبیریں، اُن کے حملوں کو روکنا یہاں تک کہ اُن سے لڑنے کی پوری تیاری کرنا بھی جہاد ہے۔(۱)

مولانا شبلی نعمانی کے الفاظ میں مظلوموں کو ظلم سے بچانا، فتنہ وفساد کو ختم کرنا، لوگوں کو برے کاموں سے روکنا، اعلائے کلمۃ اللہ، قیامِ امن، رفع مفاسد اور نصرت مظلوم جہاد میں شامل ہیں۔ اس طرح جہاد کی کئی صورتیں ہیں جو تفصیل طلب ہیں۔

(۱) نفس کے خلاف جہاد

(۲) جہاد بالدعوۃ

(۳) فتنہ وفساد کے خلاف جہاد

(۴) ظالم و جابر حکمران کے خلاف جہاد

(۵) اقدامی جہاد

(۶) دفاعی جہاد

☆ شعبہ علومِ اسلامیہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

جہاد مع النفس کے سلسلے میں سوال کیا گیا ہے کہ کیا دینی احکام پر عمل کرنے کے لیے اپنی ذات کی اصلاح اور اُس کے لیے کوشش جہاد شمار ہوگی؟ خدا تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اُسے اپنی نیابت کا منصب دیا ہے۔ اب انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق آدمیت کے درجے تک پہنچے۔ خدا تعالیٰ کے دین کو اپنی ذات کی اصلاح کے لیے استعمال میں لائے۔ اسی جہاد کے لیے ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾[۲۹:۶۹]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے اُن کی ہم اپنی راہوں تک ضرور بالضرور رہنمائی کریں گے"

مولانا مفتی محمد شفیع اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جہاد کے اصلی معنی دین میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے ہیں۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [۲۹:۶]

"اور جو کوئی جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کے لیے ہی جہاد کرتا ہے اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ "المجاھد من جاھد نفسه"۔ (۴)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ اسی کو آپ نے جہاد اکبر کہا ہے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدانِ جنگ سے لوٹنے والے مجاہدین سے فرمایا: تمہارا آنا مبارک، تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو (یعنی) سب سے بڑا جہاد اپنی نفسانی خواہشات پر غلبہ پانا ہے۔

بحیثیت مجموعی تمام اُمت مسلمہ اور انفرادی طور پر ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اور اپنے ساتھ وابستہ تمام لوگوں اور معاشرے کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [۳:۱۱۰]

''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو، اچھائی کا حکم دیتے ہو
اور بُرے کاموں سے روکتے ہو''

اسی طرح تبلیغ دین بھی جہاد کے زمرے میں آتی ہے۔

A.Hamid wirtes: "Jihad is in wider sense includes propagation of Islam. Islam's greatest Jihad, therefor, is not by means of sword but by means of Holy Quran.(۵)

معاشرہ چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم زبان، قلم، مال اور دیگر پرامن ذرائع سے دین کی دعوت وتبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوششیں بھی جہاد ہے۔

It is stated that: "it is the duty of every Muslim to invite people to accept Islam. This is a permanent duty imposed on all Muslims of all ages. In this sense Jihad may be considered as a permanent phenomenon. However, no force is used in this kind of Jihad as is clear from the Quranic injunction which ordains that : There is no compulsion in religion (Al-Baqara:256) Further, in his internal dealings the Prophet himself, in the sixth year of Hijrah, wrote letters to several kings inviting them to accept Islam. He never threatened them with invasion if his massage was not accepted.

کیا جہاد کسی مسلم ریاست یا ریاستوں کی طرف سے ہوسکتا ہے یا یہ مسلم افراد اور اُن کی پرائیویٹ تنظیموں کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے؟ کیا جہاد ہر حالت میں فرض ہوتا ہے یا صرف اس وقت جب مسلم حکومتیں اتنی طاقتور ہوں کہ کافر حکومت کی شکست کا احتمال غالب ہو؟

ایک رائے کے مطابق جہاد کا اعلان، انتظام اور اس کا کنٹرول سب کچھ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسلام میں پرائیویٹ آرمی کا کوئی تصور نہیں۔ یہ لازم ہے کہ تمام فوج ایک ہی کمانڈر کے تحت ہو اور انتہائی ڈسپلن اور اتحاد واتفاق کے ساتھ اپنی ڈیوٹی ادا کرے اور یہ کہ جس ملک کے ساتھ معاہدہ امن ہو اُس کے خلاف جنگ جائز نہیں اِلّا یہ کہ وہ ملک مسلمانوں پر ظلم کا ارتکاب کر رہا ہو۔ ایسی صورت میں بھی پہلے معاہدہ فسخ کیا جائے گا اور ایسا بھی اُس وقت کیا جائے جب ایک کامیاب حکمت عملی کے تمام دنیاوی اسباب موجود

ہوں اور جنگ جیتنے اور اُس جیت کو قائم رکھنے کا واضح امکان ہو۔(۷)

اس تصور کو آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کی تائید حاصل ہے:

''مسلمانوں کا حکمران ان کی ڈھال ہے، قتال اس کے پیچھے رہ کر کیا جاتا ہے اور لوگ اپنے لیے اُسی کی آڑ پکڑتے ہیں۔'' یعنی جملہ معاملات میں اُسی کے فیصلوں پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اُسی کے فیصلوں کے مطابق جنگ اور امن کا فیصلہ ہوتا ہے۔

دوسری رائے کے مطابق یہ تصور دورِ ملوکیت اور غلامی کی پیداوار ہے۔ اس گروہ کے نزدیک جس طرح اسلامی حکومت کی عدم موجودگی میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام کی بجا آوری ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ خلیفۂ وقت کا محتاج نہیں بالکل اسی طرح قرآن و سنت کے طے کردہ اُصولوں کے مطابق اپنے عقیدہ و ایمان کی حفاظت، مظلوم مسلمانوں کی حمایت، فتنہ وفساد کی بیخ کنی اور دینِ حق کے غلبہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے بھی کسی حاکمِ وقت یا ریاست کے اجازت نامے کی قطعی ضرورت نہیں۔

ان دو آراء پر اگر غور کریں اور بطورِ مآخذ قانون مصلحت کو اختیار کریں تو پہلی رائے زیادہ قرینِ قیاس ہے کیونکہ ہر گروہ اگر از خود جہادی سرگرمیاں شروع کر دے تو دہشت گردی کا لیبل آسانی سے لگ سکتا ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں:

''اسلام کے قواعدِ حرب میں اولیں اور اہم ترین قاعدہ یہ ہے کہ کوئی خفیف سے خفیف جنگی کاروائی امام کی اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی''۔(۸)

جہاد کی فرضیت کے لیے اسلامی ملک کا سربراہ اعلانِ جہاد کرے لیکن اگر سربراہ حکومت ملت اسلامیہ کے مفادات کی حفاظت کی بجائے اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار بن جائے اور وہ جہاد کو' جسے آنحضرت ﷺ نے قیامت تک جاری رکھنے کا حکم دیا ہے' ختم کرنے کی سازش کر رہا ہو تو ایسی صورت میں مظلوم کی مدد کے لیے جہاد فرضِ کفایہ کے طور پر مسلم تنظیمیں جاری رکھ سکتی ہیں۔

جہاں تک شرط مقدرت کا تعلق ہے تو اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کا فرمان ہے:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ ﴾[۸:۶۰]

''اور تیار رکھو اُن کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تا کہ تم خوف زدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو۔''

اگر مسلمان اتنی مضبوط فوجی اور عسکری صلاحیت نہ رکھتے ہوں تو انہیں دفاعی حکمتِ عملی اپناتے ہوئے دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہیے اور تسلسل کے ساتھ یہ کام جاری رکھنا چاہیے تا کہ دشمن اُنہیں کمزور سمجھ کر ختم نہ کر دے۔

فتاویٰ عالمگیری و شامی میں ہے کہ اگر کسی جگہ شکست یقینی ہو اور جنگی ساز و سامان کی کمی کی وجہ سے ناکامی یقینی ہو تو ایسی صورت میں دشمن پر حملہ جائز نہیں۔

اسلام میں دراصل قوت استعمال کرنے کا حکم فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ [۸:۸]

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ [۸:۷۳]

﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [۲:۱۹۱]

یہ قتال کی صورت اگر فتنہ کو ختم نہ کر سکے تو پھر فائدہ؟

بعض مفکرین کا یہ بھی خیال ہے کہ دارالحرب اور دارالسلام کے علاوہ ایک تیسرا دارالصلح بھی ہے جسے دارالمعاہدہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ حالت جزیہ قبول کر کے بھی ختم ہو سکتی ہے اور ویسے معاہدہ کر کے بھی۔ اگر ایسا ہو تو پھر ایسی قوموں کے ساتھ قتال جائز نہیں۔ بقول صاحب بدائع: ''اللہ تعالیٰ نے قبولِ جزیہ کو اباحتِ قتال کی حد مقرر کیا ہے''۔(۹)

جب کوئی غیر مسلم طاقت کسی مسلمان ریاست پر حملہ کرے/ قبضہ کر لے تو اُس وقت اگر مسلم حکومت شکست کھا جائے تو کیا اُس ملک کے مسلم عوام پر جہاد یا مسلح مزاحمت فرض ہو جاتی ہے؟ اس مزاحمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ فرض کفایہ ہوتی ہے، فرض عین یا مستحب؟

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ﴾ (الحج:۳۹)

جن مومنوں پر جنگ مسلط کی گئی ان کو (لڑائی) کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا۔ مفسرین کرام اور سیرت نگار متفق ہیں کہ یہ پہلی آیت ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی (۱۰)، ایک اور سکالر لکھتے ہیں: (۱۱)

Actual war becomes obligatory only in defense of Islam

جب دشمن اسلامی ملک پر حملہ کر دے اور مسلم عوام کے بعض لشکر مقابلے کے لیے سامنے آ جائیں تو یہ عوامی مزاحمت شرعاً فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ امام ابوبکر الجصاص کہتے ہیں کہ جب کچھ لوگ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں تو باقی کے لیے ترک جہاد کی گنجائش نکل آتی ہے یعنی بیک وقت بعض پر فرض اور بعض پر معاف۔ (۱۲)

صاحب قدوری کہتے ہیں: جہاد فرض کفایہ ہے جب لوگوں کا ایک گروہ جہاد کے لیے اُٹھ کھڑا ہو تو باقی لوگوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی جہاد کے لیے نہ نکلے تو سب لوگ ترک جہاد کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔ (۱۳)

اس فرض کفایہ کے حق میں جو دلیل عام طور پر ملتی ہے وہ سورۃ توبہ کی آیت ۱۲۲ ہے:

﴿ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ﴾ [۹:۱۲۲]

جہاد کے احکام کا مقصد حق مبین کا نام بلند کرنا، دین متین کی عزت کو قائم کرنا اور بندوں سے فساد کو دور کرنا ہے۔ جب یہ مقصد بعض لوگوں کے دفاع کرنے سے حاصل ہو جائے تو باقی لوگوں سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے جس طرح بعض لوگوں کی طرف سے نماز جنازہ ادا کرنے یا سلام کا جواب دینے سے باقی لوگوں سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔

فرض کفایہ کے سلسلہ میں دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر سب لوگ جہاد میں مصروف ہو جائیں تو دیگر ضروریات زندگی یہاں تک کہ جنگی سازوسامان، سواریاں، رسد، تجارت اور دیگر اُمور نمٹانے کی ذمہ داری کون پوری کرے گا؟ علامہ عینی شرح ہدایہ میں رقم طراز ہیں: ''فاذا کان الامر کذلک فیجب علی الکفایۃ'' جب صورت حال یہ ہو کہ بعض مسلمان دشمن کا دفاع کر سکتے ہوں تو پھر جہاد کا حکم فرضِ کفایہ ہے۔ (۱۴)

جب کسی ملک پر اچانک حملہ ہو جائے اور دفاع کی عملی صورتحال نظر نہ آرہی ہو تو دفاع تمام مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے مولی کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔ اگر دشمن کے آس پاس لوگ اُن کو ہٹانے پر قادر ہوں تو اُن کے حق میں جہاد فرضِ عین ہے۔ دوسرے لوگ جو دور یعنی دوسرے ممالک میں ہیں تو اُن کے لیے فرضِ کفایہ ہے۔ تاہم اگر قریب والے اپنے دفاع سے عاجز آجائیں تو دور والوں کے حق میں فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

سعید بن المسیبؒ کے نزدیک جہاد ہر حالت میں فرضِ عین ہے وہ قرآن کی آیت ﴿اقتلوا المشرکین﴾ اور حدیث ''الجهاد ماضٍ الی یوم القیامۃ'' کو معیار بناتے ہیں۔

جہاں تک امام کی شرط اور شرطِ مقدرت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں نفیر جو اذنِ عام ہے وہ امام ہی کی طرف سے ہوگا یا ہونا چاہیے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ''اذا طلبکم الامام للخروج الی الجهاد فاخرجوا''۔ (۱۵)

جہاد کے فرضِ عین کے حکم میں حرج لازم آتا ہے اور اسلام عدمِ حرج کا دین ہے۔ یعنی فرضِ عین کی صورت میں نظامِ زندگی معطل ہو جاتا ہے۔ حضور کریم ﷺ جب جہاد کے لیے نکلتے تو مدینہ میں کچھ لوگ باقی رہ جاتے تھے۔

ایک سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر محض استخلاص وطن مقصود ہو اور اُس کے بعد اسلامی حکومت قائم کرنے کا عزم و اعلان موجود نہ ہو تو کیا پھر بھی یہ مسلح مزاحمت جہاد شمار ہوگی؟

اگر مسلم اقوام کے ہاتھ سے اُن کا ملک نکل جائے اور اُس پر کفار غالب آجائیں تو مسلمانوں کا دین مفلوج ہو جاتا ہے اس لیے اپنے وطن کو کفار سے نجات دلانا ہر قیمت پر مذہبی فرائض میں سے اہم فریضہ ہے۔ حضرت یوشع کے بعد بنی اسرائیل پر عمالقہ براجمان ہوئے تو

انہوں نے متحد ہو کر استخلاصِ وطن کی تحریک چلائی اور طالوت کو اپنا امیر مقرر کیا۔ اُن کی سربراہی میں حضرت داوٗد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اس طرح داوٗد علیہ السلام نے اپنی قوم اور اپنے وطن کو نجات دلائی۔ قرآن مجید ایسی جنگ کو افضل ترین جہاد اور قتال فی سبیل اللہ قرار دیتا ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا ﴾ (۲:۲۴۶)

اب سوال یہ ہے کہ اگر کفار ایسے مفتوحہ علاقہ یا ملک میں اپنی گماشتہ مسلم حکومت قائم کر دیں تو کیا اُس حکومت کے خلاف مسلح مزاحمت جائز ہوگی اور شرعی جہاد سمجھی جائے گی؟ اس کے جواب میں مولانا مودودی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”بعض ان میں دھن دولت کے لالچی ہوتے ہیں تو وہ غریب قوموں پر ڈاکے ڈالتے ہیں، اُن کی تجارت (تیل) پر قبضہ کرتے ہیں۔ ان کی محنت سے کمائے ہوئے روپے کو قسم قسم کی چالاکیوں سے لوٹتے ہیں اور قوت کی بناء پر اس دولت سے اپنے خزانے بھرتے ہیں جس کی جائز حق دار وہ فاقہ کش مظلوم قومیں ہوتی ہیں۔ بعض ان میں ہوائے نفسانی کے بندے ہوتے ہیں تو وہ اپنے جیسے انسانوں کے خدا بن بیٹھتے ہیں۔ اپنی خواہشات پر کمزوروں کے حقوق قربان کرتے ہیں۔ (۱۶)

اس اقتباس کی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے میں عوام الناس کے لیے جنگ جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔ تاہم وقت و حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اپنی قوت کو محض ضائع کرتے رہنا بھی دانش مندی نہیں۔ مکمل منصوبہ بندی جس کے بغیر مقاصد حاصل نہ ہوں، کی جانی چاہیے، صرف جانوں کو ضائع نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ معصوم اور بے گناہ جانیں ہلاک نہیں کرنی چاہئیں۔ ماؤں اور بچوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنا دانشمندی نہیں۔

اگر ایک مسلم ملک پر کفار کا حملہ/ قبضہ ہو جائے تو ساری مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہو جائے گا یا صرف مجاور مسلم حکومت پر فرض ہوگا اگر ریاستیں مدد نہ کریں تو اُمت مسلمہ یا فرداً فرداً ہر مسلم پر جہاد فرض ہوگا؟

جواباً عرض ہے کہ اگر صیہونی یا دوسری غیر مسلم قوتیں کسی اسلامی ملک پر حملہ کریں تو اُس ملک کے سربراہ پر جہاد کرنا فرضِ عین ہے۔

سربراہ حکومت اور لوگ اپنے تمام وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اگر کافر حکومت کا مقابلہ نہ کرسکیں تو اس کے پڑوسی ملک کے مسلمانوں پر اُن کی مدد کرنا بھی فرض ہوتا ہے۔ اگر وہ بھی دفاع نہ کرسکیں تو اُس کے ساتھ والا ملک یہاں تک کہ ایسی صورتحال میں اس جارحیت کو ختم کرنے کے لیے تمام مسلمانوں پر جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ (۱۷)

جہاد کی فرضیت کے لیے اسلامی ملک کا سربراہ اعلانِ جہاد کرے۔ اگر وہ شخص ملت اسلامیہ کے مفادات کی حفاظت کی بجائے اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار بن جائے تو ایسی صورت میں مظلوم کی مدد کے لیے جہاد فرض کفایہ ہے اور مسلم تنظیمیں ایسا جہاد جاری رکھ سکتی ہیں۔ (۱۸) یہ وہ حالات ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تلوار اُٹھانے کا حکم دیتا ہے:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا...... ﴾ [الحج:۳۹،۴۰]

اُن لوگوں کو اجازت دی گئی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے۔

مظلوم کی اعانت جہاد ہے، سورۃ النساء میں ہے:

﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ ﴾ [۴:۷۵]

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس بستی سے نکال یہاں کے لوگ ظالم ہیں۔ مظلوم کی اعانت اُس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک فتنہ کا استیصال نہ ہو جائے۔ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ [۲:۱۹۳] کیونکہ فتنہ قتل سے بھی بری چیز ہے۔

یہ جہاد ہے اور کسی بھی غیر ملکی تسلط کے خلاف کوشش جہاد کہلاتی ہے۔

To equate Jihad with terrorism is wrong. Jihad does not employ terrorism. Infact terrorism is practiced by the countries that wage war on others. When they wage a war a lot of innocent people are killed which is terrorism.

جو کاروائی دانستہ ہو، جس میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو اور وہ قانونی لحاظ سے ناحق ہو تو یہ دہشت گردی ہے۔ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۱ کو بلجیم کے دارالحکومت میں یورپی یونین کے وزرائے خارجہ و انصاف کا اجلاس ہوا اس میں کہا گیا کہ ہر وہ اقدام دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے جس میں مہذب اور معصوم عوام کو نشانہ بنایا جائے۔ (۱۹)

حالیہ بین الاقوامی کانفرنس میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے اعلان کیا کہ اگرچہ دہشت گردی کو (Define) کرنا مشکل ہے لیکن جس میں بنیادی انسانی حقوق مجروح ہوں وہ دہشت گردی ہے۔

دہشت گردی کیا ہے ایک اور تعریف ملاحظہ کریں:

"غیر مقاتلین کی جان، مال یا آبرو کے خلاف غیر علانیہ تعدی دہشت گردی ہے، غیر مقاتلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حالتِ جنگ میں نہ ہوں۔ اُن کے خلاف اگر کوئی اقدام، انہیں اپنی حفاظت کے لیے متنبہ کیے بغیر، کیا جائے تو وہ دہشت گردی قرار پائے گا، چنانچہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی تاخت، نیویارک اور واشنگٹن میں حالیہ تباہی و مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی کے باہر بموں سے حملہ دہشت گردی کے اقدام ہیں"۔ (۲۰)

دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے تاکہ خاص سیاسی، مذہبی، لسانی یا نسلی مقاصد حاصل ہوں۔ (۲۱)

دہشت گردی نام ہے تشدد کیے جانے کے خوف کا، تشدد کے واقعات کے تسلسل کا تاکہ خوف کی فضا قائم رکھی جا سکے، ضروری نہیں کہ تشدد کی یہ کاروائی ان ہی کے خلاف ہو جو دہشت گردی کے مخالف ہوتے ہیں۔ زیادہ تر تشدد کا نشانہ بننے والے لوگ معصوم ہوتے ہیں' اس لیے خوف کی فضا دہشت گردی کا آخری مقصد نہیں' بلکہ یہ تو راستہ ہے اصل منزل تک پہنچنے کا۔ (۲۲)

دہشت کو برسر اقتدار لوگوں کے خلاف بعض سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات تبدیل کرنے کے لیے دباؤ کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں تشدد کی دھمکی بھی شامل ہے اور تشدد بھی۔ دہشت گردی کا خاص مقصد یہ ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور کاروائیوں کے ذریعے ایک خاص علاقہ، ریاست یا ملک میں رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے۔

دہشت گردی کی تاریخ بہت پرانی بتائی جاتی ہے۔ اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے قومی آزادی کی تحریکوں پر بھی یہ لیبل لگا دیا جاتا ہے حالانکہ یہ سچائی کا حلیہ مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

یورپ اور امریکہ کی سازشوں کا شکار مسلمان دو طرفہ حملے کی زد میں ہیں اگر وہ بیلٹ (Ballot) کی طرف جاتے ہیں تو اُن کو حکومت سازی کا موقع نہیں دیا جاتا جیسا کہ الجزائر میں ہوا اور جب مسلمان اپنی بقاء کی جدوجہد کرتے ہیں تو اُن کو دہشت گرد کہا جاتا ہے' جیسا کہ مشرق وسطیٰ، کشمیر اور وسطِ ایشیا میں ہو رہا ہے۔

مسلمان ایک طویل عرصہ سے مغرب کے استعمار کا شکار ہیں۔ مغرب کو ہر وہ چیز تشدد اور دہشت گردی نظر آتی ہے جس سے پہلے اسلام کا حوالہ ہو۔ اُنہیں بنیاد پرست قرار دیا جاتا ہے، اُن کا قتل عام کیا جاتا ہے، اُن کے بنیادی حقوق کی پامالی کی جاتی ہے اور طرہ یہ کہ وہ دہشت گرد ہیں، مغرب کی خواہش نہیں بلکہ حکم ہے کہ اُن کا لائف اسٹائل یعنی طرزِ زندگی اپنایا جائے جس کا نہ ماننا دہشت گردی کی علامت ہے۔ اس قسم کے القابات سے مغرب نفسیاتی طور پر مسلمانوں کو بے عمل بنانا چاہتا ہے تاکہ ان ممالک میں ترقی کی رفتار رکی رہے، بے روزگاری میں اضافہ ہوتا رہے اور مسلمان ممالک اُن کی امداد کے منتظر رہیں۔

مسلمانوں کے عمل کو، جو جہاد کی صورت میں فلسطین، کشمیر اور دیگر حساس خطوں میں جاری ہے، دہشت گردی قرار دے کر اُن کے حوصلوں کو توڑا جاتا ہے اور اُن کو Defensive بنا دیا جاتا ہے۔

جو تشدد مغرب کرے وہ حق ہے اور جو اُن کے خلاف ہو وہ ناحق ہے۔ جو طاقتور ہے وہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے جو چاہے کرے وہ انصاف ہے اور جو اس ظلم کے خلاف

آواز اُٹھائے وہ ناانصافی ہے اور دہشت گردی ہے کیونکہ دہشت گردی کی تعریف ان طاقتور ملکوں کے ہاتھ میں ہے۔

جہاد اور دہشت گردی کے سلسلے میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کو چھیننا ہر قسم کی اخلاقیات میں بہت بڑا جرم اور دہشت گردی ہے۔ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے تخریبی کاروائیاں اور تشدد جائز تو نہیں لیکن عمل اور ردعمل کے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ آج کل کے ترقی یافتہ اور مہذب معاشروں میں زندہ رہنے کے لیے دہشت گردی کا انسداد ضروری ہے۔ اس کے لیے اُن اسباب کو رفع کرنا ضروری ہے جن کی وجہ سے دہشت گردی کی فضا سامنے آتی ہے یعنی دنیا سے معاشی اور سیاسی تفاوت دور کر دیا جائے، برداشت اور رواداری کے کلچر کو فروغ دیا جائے، مذہبی جنون کو کم کیا جائے، حکمت اور موعظت کو کام میں لایا جائے اور انفرادی و سیاسی دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے شرعی سزاؤں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۱ء، لاہور، ص ۱۲۱

(۲) شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، ج ا، ص ۳۶۶، ۱۹۹۱ء، لاہور

(۳) معارف القرآن، تفسیر مذکورہ آیت

(۴) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان

(۵)Jamshid A.Hamid, Status of Treatise in Islam, Shariah Academy, Islamabad, 2002, P-7

(۶)Maulana Muhammad Ali, Mannual of Hadith, P255-56

(۷) فاروق خاں، ڈاکٹر، جہاد بمقابلہ دہشت گردی، ص ۴

(۸) الجہاد فی الاسلام، ص ۲۳۸

(۹) الجہاد فی الاسلام، ص ۱۲۰

(۱۰) شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ج ا، ص ۱۹۱

Jamshid A.Hamid, Status of Treatise in Islam, P-7(۱۱)

(۱۲) احکام القرآن، ج ۳، ص ۱۱۳

(۱۳) حاشیہ قدوری، کتاب السیر، مکتبہ خیر کثیر کراچی، ص ۱۴۸

(۱۴) النھایۃ، ج ۲، ص ۷۹۰

(۱۵) المرقاۃ، شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷، ص ۲۸۷۔

(۱۶) الجہاد فی الاسلام، ص ۳۵۔

(۱۷) فتاویٰ شامی، ج ۳، ص ۲۴۰

(۱۸) الجہاد فی الاسلام، ص ۳٦

(۱۹) محبوب حسین راجہ، دہشت گرد کون؟ اُسامہ یا امریکہ، راوی پبلشرز ۲۰۰۱، ص ۱۵

(۲۰) جاوید احمد غامدی، ماہنامہ اشراق، لاہور نومبر ۲۰۰۱، ص ۵۹۔

(۲۱) سحر علی، انعام الرحمٰن، دہشت گردی ایک مکمل مطالعہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۴۰

(۲۲)Jen Kins, International Terrorism: A New Mode of Conflict, Los Angeles, 1975.

☆☆☆☆☆
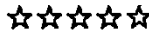
پروفیسر رشید احمد ☆

۱- جہاد کی تعریف

لفظ جہاد جہد سے نکلا ہے، جھد، یجھد، جھدا کا معنی ہے سخت کوشش کرنا۔ جھد فی الامر بہت کوشش کرنا۔ جاھد، مجاھدۃ، جھاد پوری قوت صرف کرنا۔ جاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کا حق ہے۔(۱)

جہاں تک قرآن و سنت کا تعلق ہے ان میں جہاد عام اور خاص دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً قرآن میں ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾(۲)

کبھی یہ کسی کام کو اس کے آخری انجام تک پہنچنے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ﴾(۳)

''یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں''

اس سلسلے میں ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"الجهاد حقيقة الاجتهاد في حصول ما يحب الله من الايمان والعمل الصالح، ومن دفع ما يبغض الله من الكفر والفسوق و العصيان".(۴)

یعنی جہاد ایمان اور عمل صالح کے حوالے سے اس اجتہاد کی حقیقت کا نام ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے اور جو کفر، فسوق اور نافرمانی جیسے اُمور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے، کو دور کرتا ہے۔

☆ لیکچرار شیخ زائد اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی

جہاد اپنے عام مفہوم میں بہت سے مفاہیم اور معانی کو جمع کیے ہوئے ہے:

"قيد الاسلام الجهاد بان يكون في سبيل الله تعالىٰ، ومن اجل اعلاء كلمته و تحقيق مطلبه سبحانه في حياة الانسان، فيكون بهذا المعنى مشتملاً على جهاد النفس و اهوالها و جهاد الشيطن و جهاد الكفار و جهاد اهل المنكر و هم الظالمون والفاسقون..... فالصلاة والصيام والحج، والزكاة والصدق والبر والصبر والعفو والصفح والكرم والطاعة في المعروف و التوبة و المراقبة والعفاف القناعة والوفاء والوقار، والكف عن اضد ادها،كل هذه صور من الجهاد و كذا النصيحة لولي الأمر المسلم، والصدع بالحق في وجه الحاكم الظالم من افضل صور الجهاد كما يقول المصطفى صلى الله عليه وسلم "افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر." و بهذا المعنى العام للجهاد وردت آيات عديدة من ذلک قوله تعالىٰ: ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ .(٥)

والمقصود في هذه الآية كما قال المفسرون: الجهاد بالقرآن مما فيه من القوة والسلطان والتاثير العميق والبيان الوافي للحقائق والقيم والحكم. و في سورة العنكبوت حيث يعلم الله سبحانه عباده المؤمنين دروسا بليغة في جهاد الفتنة، باسلحة الصبر والثبات، والثقة بالله و دينه، بقول عزوجل ﴿ وَ مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾(٦) و بقوله تعالىٰ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ﴾(٧) فقد فسر الجهاد بالعمل في هذا الاية الكريمة، ثم نقل عن الحسن البصري رحمه الله انه قال "ان الرجل ليجاهد و ما قرب يوما من الدهر بسيف" وغير ذلک كثير من الآيات القرآنية التي تدل دلالة واضحة على الجهاد بمعناه العام .(٨)

مندرجہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سچائی، نیکی، صبر وغیرہ تمام جہاد کی مختلف صورتیں ہیں۔اسی طرح ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا حدیث کی روشنی میں افضل الجہاد ہے۔

اسی طرح سورۃ فرقان کی آیت ۵۲ ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴾ سے مفسرین جہاد بالقرآن کے معنی لیتے ہیں کہ اس میں جو قوت، تاثیر عمیق اور حقائق اور حکمتوں کا بیان ہے، اس کے ذریعے جہاد ہو۔ اسی طرح جہاد عمل کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس ضمن میں حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جہاد کرتا ہے حالانکہ اس نے ایک دن بھی تلوار نہیں چلائی ہوتی ہے یعنی عمل صالح کرتا ہے۔ اس عام مفہوم میں قرآن میں بہت سی آیات موجود ہیں۔

جہاں تک جہاد کا خاص مفہوم ہے تو چونکہ اس میں جان و مال کی قربانی دینی پڑتی ہے اس لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس کو خوب واضح کیا گیا اور بہت سی آیات اس سلسلے میں وارد ہیں مثلاً:

- ﴿ انْفِرُوا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾.(۹)

"نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ"

- ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾.(۱۰)

"مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے، مگر اُس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا اجر بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔"

- ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ

الْاِنْجِيلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾.(۱۱)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے، توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟

• پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

- ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ (۱۲)

"تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔"

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک جہاد بمعنی عام ہے، جس میں دین اسلام کی سربلندی اور اپنے تزکیہ نفس کے لیے ہر قسم کی کوشش کو جہاد کہتے ہیں۔ دوسرے جہاد کا خاص مفہوم بمعنی قتال ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں جان دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر شہادت ملی تو شہید اور اگر زندہ رہا تو مجاہد۔

۲- کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

بنیادی طور پر اسلام دین دعوت ہے جس کا ہدف اول و آخر یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس کی طرف اسے متوجہ کرے تاکہ وہ گمراہی سے نکلے۔ یہی دعوت جہاد بھی ہے لیکن اس جہاد کے مختلف مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ دعوت کا ہے اور آخری مرحلہ قتال کا ہے۔ قرآن کی آیات پر عمیق نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ وسیع معنوں میں ہے اور اس کا اطلاق کلمۂ کفر کو پست کرنے کے لیے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک ہی بہترین مثال ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۱۳)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

تو رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ مبارک اگر ہم دیکھیں تو مکی زندگی کے پورے تیرہ سال آپ نے دعوت و تبلیغ میں گزارے اور جب مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تو وہاں بھی قتال کے ساتھ ساتھ جہاد بالدعوۃ کو جاری بلکہ اور بھی پرزور انداز میں پیش کیا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر قتال کا وقت ہو اس وقت بھی دعوت پہلے دی جائے گی۔

سبیل رب کی طرف دعوت کا طریقہ کار خود اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (۱۴)

”اے نبی ﷺ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔“

اس میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن کے ذریعے غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلام کو ہمیں ایک ”کل“ کی نظر سے دیکھنا چاہیے ”جزء“ کی حیثیت سے نہیں۔ جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو وہی اختیار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی فکری طور پر اسلام کو نقصان پہنچانے کو کوشش کرتا ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ اس میدان میں محققین اور ماہرین موجود ہوں تاکہ اس کا شافی جواب دے سکیں۔ اگر دوسرے میدانوں میں کوئی رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے تو اس کا علاج بھی ضروری ہے۔ اس اُمت کو خیر اُمت اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(۱۵)

”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان

میں کچھ لوگ ایماندار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں"

اس خیر امت کا ایک گروہ لازماً دعوت کا کام کرے گا۔

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۱۶)

"تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے"

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چاہے معاشرہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس میں زبان و قلم اور دیگر پر امن ذرائع سے دین کی دعوت و تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش جہاد ہے۔

۳۔ اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴾ (۱۷)

"اور نفس انسان کی قسم اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے ہموار کیا پھر اُس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبایا۔"

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴾ اس کو خیر کے راستوں کی طرف رہنمائی کی اور اس کے لیے شر کے تمام راستوں کو واضح کیا۔ جبکہ نفس کی پاکی اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا جائے اور اپنے آپ کو نافرمانی سے بچایا جائے۔ یہی جہاد مع النفس ہے۔ یہ جہاد مع النفس زندگی کے چار میدانوں میں ہوگا:

۱۔ دین حق کے علم کے حصول کا جہاد یعنی کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ سیرۃ صحابہ ؓ اور صالحین کے بارے میں علم حاصل کیا جائے۔

۲۔ جو علم سیکھا ہے اس پر عمل کرنے کا جہاد: کیونکہ حصول علم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس پر

عمل کیا جائے۔ اور بغیر عمل کے علم کی مثال بقول شاعر یہ ہے:

لو کان للعلم من دون التقى شرف
لکان اشرف خلق الله ابلیس

اگر بغیر تقویٰ کے علم کی کوئی عزت ہوتی تو اللہ کی مخلوق میں سب سے عزت والا ابلیس ہوتا۔

۳۔ علم اور عمل کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کا جہاد: کیونکہ اگر دعوت نہ ہو تو دین ایک انفرادی عمل بن جائے گا جو کسی طرح سے بھی مطلوب نہیں ہے۔

۴۔ دعوت کے راستہ میں مشکلات ومصائب برداشت کرنے کا جہاد: دعوت لازماً ایک ایسا کام ہے جس میں مشکلات آتی رہیں گی' مشکلات کا سامنا کرنا اور ان کو برداشت کرنا ہی جہاد مع النفس ہے۔(۱۸)

اقدامی جہاد

قتال کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) اقدامی جہاد

(۲) دفاعی جہاد

(۱) اقدامی جہاد دراصل اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کے اظہار اور دعوت اسلامی کے راستوں کی حفاظت کے لیے ہوتا ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہو ہر شخص کو دینِ اسلام کی دعوت پہنچ سکے۔

جبکہ دفاعی جہاد اصل میں دین، نفس، عزت، اہل وعیال، مال اور اسلامی مقدسات کی حفاظت کا نام ہے۔ اسی طرح یہ بھی دفاعی جہاد ہے کہ اہل ذمہ یعنی ذمیوں کی حفاظت کی جائے۔ تو ان سب امور کی حفاظت میں اگر کوئی وفات پا جائے تو وہ شہید ہے۔

(۲) اقدامی جہاد کے لیے حاکم اسلامی کی اجازت ضروری ہے۔

جبکہ دفاعی جہاد کے لیے امام اور حاکم کی اجازت ضروری نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان پر، خواہ مرد ہو یا عورت، فرض ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب کفار کسی اسلامی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو وہاں کے مسلمانوں پر دفاع کرنا اس طرح فرض ہو جاتا ہے جس طرح کہ ان پر

نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوتی ہے۔ تو اس حالت میں حاکم کی اجازت لازمی نہیں ہوتی۔

(۳) اقدامی جہاد کے لیے خروج بغیر تیاری کے جائز نہیں ہے۔

جبکہ دفاعی جہاد کے لیے یہ شرط نہیں ہے اس صورت میں ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لے گا۔

(۴) اقدامی جہاد تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہوتا ہے۔ اگر بعض نے حصہ لیا تو دوسروں کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ جبکہ دفاعی جہاد اہل بلاد پر فرض عین ہوتا ہے اور وہ مقاومت نہیں کر سکتے' تو پھر ان کے قریب جو لوگ ہوں گے ان پر تدریجاً فرض عین ہوتا جائے گا۔

(۵) دفاعی جہاد ایک اسلامی ملک پر اس وقت تک فرض رہتا ہے جب تک بیرونی تسلط ختم نہیں ہو جاتا جبکہ اقدامی جہاد میں کفار کو تین چیزیں پیش کی جائیں گی اسلام یا جزیہ یا قتال۔

(۶) اقدامی جہاد اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک متعلقہ فریق کو اسلام کی دعوت نہ پہنچ جائے جبکہ دفاعی جہاد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔(۱۹)

سوالات ۴ تا ۹ کے جوابات اس میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

۱۰- آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙالَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ﴾(۲۰)

"جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو ان کو ظلم سے بچنے کے لیے جہاد کی اجازت ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کا عزم نہ ہو تو اس سلسلے میں دو باتیں ممکن ہیں۔ اگر یہ عزم صاف طور پر ایک غیر اسلامی

ریاست کے قیام کا ہو جس میں صحیح اسلامی ریاست کے قیام کی نفی ہو تو پھر یہ مزاحمت جہاد شمار نہیں ہوگی کیونکہ ''الامور بمقاصد ھا'' (۲۱)۔ لیکن اگر عزم ظاہر نہ ہو جس کی تاویل ممکن ہو جیسے استخلاص وطن تک اصل عزائم یعنی اسلامی ریاست کے قیام کو خفیہ رکھا جائے تا کہ مخالفین کی تعداد کو کم سے کم رکھا جائے اور حصولِ آزادی کے بعد اسلامی ریاست کا اعلان ہو تو یہ بھی حکمت عملی کا حصہ شمار ہوگا۔

۱۱۔ گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

یہ ایک کثیر البحث سوال ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ گماشتہ مسلم حکومت کن لوگوں پر مشتمل ہے؟ اگر حکومت ایسے لوگوں کو دی گئی ہو کہ وہ سراسر اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کر رہی ہو، ظلم و زیادتی کر رہی ہو تو اس صورت میں مسلح مزاحمت شرعی جہاد شمار ہوگی کیونکہ: ''لا طاعة المخلوق فی معصية الخالق''۔ (۲۲)

البتہ اگر صورت یہ ہو کہ وہ گماشتہ حکومت نہ دینی امور میں مداخلت کر رہی ہو اور نہ ظلم کر رہی ہو، صرف غیروں کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہو تو اس صورت میں بھی جہاد لازم ہے لیکن یہ مسلح جہاد نہیں ہوگا بلکہ جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سے کام لیا جائے گا۔ ان حالات میں ہمارے سامنے قرآن پاک کی یہ تعلیم ہونی چاہیے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (۲۳)

تو اسلامی معاشرہ میں جن جن وجوہات سے انارکی اور انتشار پیدا ہوتا ہے باشندگان اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اتفاق و اتحاد کو پارہ پارہ نہ کرے بلکہ رائے عامہ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ پرامن ذرائع سے غیروں کی غلامی سے آزادی حاصل کرے جو کہ حقیقت میں بہت دیرپا ہوتی ہے۔

۱۲۔ دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات دو قسم کے ہیں:

۱۔ اگر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو، صلح ہو یا جنگ بندی ہو یا غیر

مسلم مسلمانوں کے محکوم ہوں یا غیر مسلم بطور اہل ذمہ کے رہ رہے ہوں تو ان پر کسی بھی قسم کی زیادتی جائز نہ ہوگی بلکہ قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ بھلائی کرنے سے منع نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (۲۴)

''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جن کے ساتھ صلح کی ان کے ساتھ آپ ﷺ اچھا سلوک کرتے رہے۔ جو آپؐ سے نہیں لڑے آپؐ نے نہ تو ان کی جانوں کو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ان کے مالوں کو۔ آپؐ نے ایک یہودی عورت کا ہدیہ قبول کیا، اسی طرح روم کے بادشاہ کا بھی ہدیہ قبول کیا۔ آپؐ نے ایک یہودی کی عیادت کی جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ نے اسے مسلمان ہونے کی دعوت دی جس پر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس طرح کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

۲- دوسری قسم ان کفار کی ہے جن سے مسلمان حالتِ جنگ میں ہوں: تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو جہاد کے مفصل احکامات ہیں کہ جو محاربین ہیں، خواہ کوئی بھی ہو، ان سے لڑا جائے اور جو غیر محاربین ہیں ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔

۱۳- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

محاربین کے دو طبقات ہیں:

(۱) اہل قتال (۲) غیر اہل قتال

اہل قتال سے مراد وہ لوگ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور غیر اہل قتال وہ ہیں جو

عقلاً و عرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے یا عموماً حصہ نہیں لیا کرتے مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضاء، مجنوں، سیاح، خانقاہ نشین زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔ اسلام نے طبقۂ اول کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے اور طبقہ دوم کے لوگوں کے قتل سے منع کر دیا ہے۔ (۲۵)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تقتلوا شیخاً فانیاً و لا طفلاً صغیرًا و لا امراۃ، و لا تغلوا و ضمّوا غنائمکم و اصلحوا و احسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین". (۲۶)

''نہ کسی بوڑھے ضعیف کو قتل کرو، نہ چھوٹے بچے کو اور نہ عورت کو۔ اموالِ غنیمت میں چوری نہ کرو، جنگ میں جو کچھ ہاتھ آجائے سب ایک جگہ جمع کرو، نیکی اور احسان کرو کیونکہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔''

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ جنگ میں عملاً شریک نہ ہوں تو ان کو اور ان کی جگہوں کو تحفظ حاصل ہے۔ ہاں! اگر وہ جگہیں ایسی ہوں جو جنگی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہوں تو پھر ان پر حملہ کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس صورت میں ان کی مثال ان کے مورچوں کی ہو جاتی ہے۔

۱۴- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے سفراء اور قاصدوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ عبادہ بن الحارث جب مسلیمہ کذاب کا قاصد بن کر آیا اور آپ ﷺ کو مسلیمہ کذاب کا گستاخانہ پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لو لا ان الرسل لا تقتل لضربت عنقک" (۲۷)

''اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔''

اس اصل سے فقہاء نے یہ جزئیہ نکالا ہے کہ جب کوئی شخص اسلامی سرحد پر پہنچ کر کہے کہ میں فلاں حکومت کا سفیر ہوں اور حاکم اسلام کے پاس پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں تو اس

کو امن کے ساتھ داخلہ کی اجازت دی جائے، اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے، اس کے مال ومتاع، خدم وحشم، حتیٰ کہ اسلحہ پر بھی تعرض نہ کیا جائے۔(۲۸)

۱۵۔دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفاداتِ پر حملہ کرنا

جب مسلمان کفار کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں تو اس سلسلے میں اہل قتال کے حقوق بالکل متعین ہیں مثلاً یہ کہ غفلت میں حملہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، آگ میں جلانے، لوٹ مار کرنے، تباہ کاری، مثلہ، قتل اسیر، قتل سفیر، بدعہدی، بدنظمی وانتشار سے منع کیا گیا ہے۔(۲۹)

لیکن اگر جنگی ضروریات کے تحت ان کے معاشی مفادات پر حملہ ہو تو یہ جائز ہوگا۔

بنونضیر کے جہاد کے دوران مسلمانوں نے ان کے کھجوروں کے درخت جنگی ضروریات کے تحت کاٹے تھے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ (۳۰)

''تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا اور (اللہ نے یہ اذن اس لیے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے۔''

تو اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ جنگی ضروریات کے لیے جو تخریبی کاروائی ناگزیر ہو اس کی اجازت ہے۔لیکن اس کے لیے شرط وہی ہے کہ مسلمان کفار کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں۔اگر حالت جنگ میں نہ ہوں تو پھر یہ فساد فی الارض کے زمرے میں آئے گا۔ جس کی مذمت خود قرآن نے کی ہے:

﴿ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [۲:۲۰۵،۲۰۶]

''جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ

فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔"

۱۶۔ دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

جب کفار دارالاسلام پر حملہ کریں تو ہر مسلمان پر فرداً فرداً دفاع کا فرض ایسی قطعیت کے ساتھ عائد ہو جاتا ہے جیسے نماز اور روزہ:

"اما اذا عمّ النفير بأن هجم العدو علي بلد فهو فرض عين يفترض علي كل واحد من آحاد المسلمين ممن هو قادر عليه. فاذا عمّ النفير لا يتحقق القيام به إلاّ بالكل فبقي فرضاً علي الكل عيناً بمنزلة الصوم والصلوٰة فيخرج العبد بغير اذن مولاه والمرأة بغير اذن زوجهالان منافع العبد والمرأة في حق العبادات المفروضة عيناً مستثناة عن ملك المولي والزوج كما في الصوم والصلوٰة و كذا يباح للولد ان يخرج بغير اذن والديه لان حق الوالدين لا يظهر في فروض الأعيان كالصوم والصلوٰة"۔ (۳۱)

"مگر جب اعلان عام ہو جائے کہ دشمن نے ایک اسلامی ملک پر حملہ کیا ہے تو پھر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر جو جہاد کی قدرت رکھتا ہو فرداً فرداً اس کی فرضیت عائد ہو جاتی ہے۔ نفیر عام ہونے کے بعد تو ادائے فرض کا حق بغیر اس کے پورا ہوتا ہی نہیں کہ سب کے سب جہاد کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت وہ سب مسلمانوں پر اُسی طرح فرض عین ہو جاتا ہے جیسے روزہ اور نماز، پس غلام کو بغیر آقا کی اجازت کے اور عورت کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نکلنا چاہیے کیونکہ اُن عبادات میں جو فرض عین ہیں غلام اور بیوی کی خدمات آقا اور شوہر کی ملک سے مستثنیٰ ہیں جیسے نماز اور روزہ۔ اسی طرح بیٹے کے لیے مباح ہو جاتا ہے کہ وہ بغیر والدین کی اجازت کے نکل کھڑا ہو، کیونکہ روزہ نماز جیسے فرض اعیان میں والدین کا حق اثر انداز نہیں ہو سکتا۔"

اس مسئلہ میں علامہ شامی نے اپنی کتاب میں یہ رائے نقل کی ہے۔

"ان الجهاد اذا جاء النفير انما يصير فرض عين على من يقرب من العدو فاما من وراء هم ببعد من العدو فهو فرض كفاية عليهم حتى يسعهم تركه اذا لم يحتج اليهم فان احتيج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة مع العدو أو لم يعجزوا عنها لكنهم تكاسلوا ولم يجاهدوا فانه يفترض على من يليهم فرض عين كالصلوٰة والصوم لا يسعهم تركه ثم و ثم الى ان يفترض على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً على هذا التدريج نظيره الصلوٰة على الميت، ان كان الذى يبعد من الموت يعلم ان اهل محلته يضيعون حقوقه أو يعجزون عنه كان عليه ان يقوم بحقوقه كذا هنا". (۳۲)

''حقیقت یہ ہے کہ جب نفیر ہو تو جہاد فرضِ عین صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دشمن سے قریب ہوں۔ رہے وہ لوگ جو دشمن سے دور ہوں تو ان پر فرض کفایہ رہتا ہے۔ یعنی اگر ان کی مدد کی ضرورت نہ ہو تو وہ شرکت جہاد سے باز بھی رہ سکتے ہیں لیکن اگر ان کی مدد کی ضرورت پڑ جائے، خواہ اس وجہ سے کہ جو لوگ دشمن سے قریب تھے وہ مقابلہ سے عاجز ہوگئے یا اس وجہ سے کہ وہ عاجز نہ ہوئے مگر انہوں نے سستی کی اور پوری کوشش سے مقابلہ نہ کیا تو اس صورت میں جہاد آس پاس کے لوگوں پر ویسا ہی فرض عین ہوجاتا ہے جیسے نماز اور روزہ کہ اسے چھوڑنا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ پھر ان لوگوں پر جو اُن سے قریب ہوں، پھر اُن پر جو ان سے قریب ہوں، یہاں تک کہ از مشرق تا مغرب تمام اہل اسلام پر اسی تدریج کے ساتھ فرض ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی نظیر نماز جنازہ ہے کہ جو شخص میت سے دور ہو اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے اہل محلّہ اس کے حقوق ادا نہیں کرتے یا ادا کرنے سے عاجز ہیں' تو اس کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ خود اس کے حقوق ادا کرے۔ یہی صورت یہاں بھی ہے۔''

۱۷ تا ۲۴۔ دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری اور عوامی تنظیموں کے کردار کی شرعی حیثیت

ان سوالات کے جوابات کو مذکورہ بالا تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

۲۵۔دفاعی جہاد میں خودکش حملے

دفاعی جہاد میں خودکش حملوں کی اجازت اس صورت میں ہے کہ سوائے اس کے دشمن کی قوت کو زیر نہ کیا جاسکتا ہو۔ دوسری صورت میں یعنی عام حالات میں خودکشی کرنا حرام ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

"کان رجل ممن کان قبلکم، و کان به جرح فاخذ سکیناً نحر بها یده، فما رقا الدم حتی مات، قال اللہ عزوجل: عبدی بادرنی بنفسه ای سبقنی بقتل نفسه قبل أن یعرف قضاء اللہ فیه، حرمت علیه الجنة". (۳۳)

اسی طرح ایک اور حدیث میں سات بڑے مہلکات میں سے کسی جان کو بغیر حق کے قتل کرنا ہے جس میں خودکشی بھی شامل ہے۔ البتہ اگر حالت غیر معمولی ہو مثلاً مجاہد دشمن کی قید میں ہو اور اس پر فوق العادۃ زیادتی کی جاتی ہو یا رازوں کے افشا کرنے کے لیے جبر کیا جاتا ہو جو برداشت سے باہر ہو یا امیر اس میں مصلحت دیکھے کہ کچھ لوگ فدائی حملہ کریں تو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا ان شاءاللہ، لیکن اصولی طور پر خودکشی (۳۴) قرآن کی رو سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾

[۴:۲۹،۳۰]

۲۶۔دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاہدوں کی پاسداری کرنا مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔ ایفائے عہد سے ہی مسلمان کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا صریح فرمان ہے کہ:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴾ (۳۵)

"عہد کی پابندی کرو بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔"

اس لیے حتی الوسع ایفائے عہد کرنا چاہیے لیکن جیسا کہ اوپر دفاعی جہاد کے ضمن میں یہ بات زیر بحث آئی کہ جب جہاد فرض عین ہو جاتا ہے تو پھر اس کے خاص احکامات ہوتے ہیں لہٰذا ناگزیر حالات میں اگر معاہدوں کی پاسداری نہ ہوسکے تو ان شاء اللہ مسلمان گنہگار نہیں ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ جب دین وعقیدہ کے بچاؤ کا مرحلہ ہو تو پھر اس کے لیے بہت سی چیزوں کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

۲۷- دہشت گردی کی تعریف

عربی میں لفظ رھب دہشت اور خوف کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ رھب رھبا و رھبۃ ڈرنا، رھّب و ارھب ڈرانا، خوفزدہ کرنا رھیب خوفناک، بھیانک، خطرناک۔ (۳۶)

ان سارے معنوں پر اگر غور کیا جائے تو رھب کے مادہ میں خوف، ڈر اور دہشت ہے۔

گویا دہشت گردی سے مراد ہر وہ قول وفعل یا اشارہ ہے جس سے لوگ خوف وخطر میں مبتلا ہو جائیں اگر یہ قولی ہو تو اسے دھمکی کہا جائے گا اور فعلی ہو تو دہشت گردی کہلائی گی۔

اب اسلام اور جہاد کی بحث کے دوران اس لفظ کو چھیڑنا بالکل قیاس مع الفارق ہے۔ یعنی ایسی چیز کا ذکر کرنا جس کا کوئی تصور اسلام میں مثبت انداز میں ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے لفظ ومعنی اور روح کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کا مطلب سلامتی جبکہ دہشت گردی کا مطلب خوف اور ڈر ہے۔ اسلام محبت کا پیغام دیتا ہے جبکہ دہشت گردی نفرت کا۔

۲۸- غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

جہاد کی اقسام میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بولا جائے۔ جن جن وجوہات اور اسباب سے معاشرے میں تفرقہ اور انارکی پیدا ہو جاتی ہے اسلام نے ان سے منع کیا ہے۔

جب حاکم مسلمان ہو، کلمہ گو ہو، دینی شعائر کا مذاق نہ اڑاتا ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے عبادات کے قیام میں رکاوٹیں نہ پیدا کرتا ہو تو اس صورت میں جہاد باللسان سے کام لیا جائے گا۔

۲۹ تا ۳۰-غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کی شرعی حیثیت

دیکھیے سوال نمبر ۲۸ کا جواب۔

۳۱-مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ افراد اور تنظیموں کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلکی بنیادوں پر ایک دوسرے کو کافر کہیں کہ یہ فقہاء و علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ البتہ جہاں تک منکرین حدیث کا تعلق ہے تو ان کے لیے کفر کا فتویٰ دینے کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ وہ صرف حدیث کے منکر نہیں ہیں بلکہ قرآن کے بھی منکر ہیں۔ باقی فرقوں کے درمیان مسلکی اختلافات کو بنیاد بنا کر کفر کا فتویٰ دینے کی اجازت نہیں ہے۔نہ فتویٰ کی اور نہ قتال کی کہ اس سے فتنہ اُٹھتا ہے اور جس طرح کہ پہلے اس پر بحث ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ زمین میں فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) لسان العرب: ابن منظور الافریقی مادہ جہد۔ مصباح اللغات: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی مادہ جہد۔ آیت قرآنی: الحج:۷۸

(۲) التوبۃ:۷۹

(۳) الانعام:۱۰۹

(۴) العبودیۃ للامام ابن تیمیہ، ص۵۱ (بحوالہ اربعون حدیث فی فضل الجہاد للسیوطی) تحقیق مرزوق علی ابراہیم: طبع دارالاعتصام

(۵) الفرقان:۵۲

(۶) العنکبوت:۶

(۷) فصلت:۳۳

(۸) اربعون حدیثاً فی فضل الجہاد للسیوطی تحقیق مرزوق علی ابراہیم ص۲۰، ۲۱

(۹) التوبۃ:۴۱

(۱۰) النساء:۹۵

(۱۱) التوبۃ:۱۱۱

(۱۲) البقرۃ:۲۱۶

(۱۳) الاحزاب:۲۱

(۱۴) النحل:۱۲۵

(۱۵) آل عمران:۱۱۰

(۱۶) آل عمران:۱۰۴

(۱۷) العبس:۷تا۱۰

(۱۸) دیکھیے تفصیل کے لیے: الجہاد، میادینہ واسالیبہ: محمد نعیم یاسین، طبع دارالفرقان، عمان

(۱۹) مزید تفصیل کے لیے: الجہاد والفدائیہ فی الاسلام تالیف حسن ایوب، ص ۱۴۰-۱۳۲

(۲۰) الحج:۳۹،۴۰

(۲۱) شرح المجلہ

(۲۴) الممتحنۃ:۸

(۲۵) الجہاد فی الاسلام: ابوالاعلیٰ المودودی، ص ۲۳۸

(۲۶) بحوالہ الجہاد فی الاسلام، ص ۲۴۵

(۲۷) بحوالہ الجہاد فی الاسلام، ص ۲۴۵

(۲۸) الجہاد فی الاسلام، ص ۲۳۲

(۲۹) الجہاد فی الاسلام، ص ۲۳۴

(۳۰) الحشر:۵

(۳۱) بدائع الصنائع: امام الکاسانی، ج ۷، ص ۹۸

(۳۲) شامی، ۲، ص ۲۴۰

(۳۳) صحیح البخاری بحوالہ الجہاد والفدائیہ فی الاسلام، ص ۱۶۵

(۳۴) الجہاد والفدائیہ فی الاسلام، ص ۱۶۵

(۳۵) بنی الاسرائیل:۳۴

(۳۶) قاموس اللغات مادّہ رھب

☆☆☆☆☆

حافظ مبشر حسین لاہوری☆

۱- جہاد کی تعریف

ہر وہ کوشش جو دین اسلام کی سربلندی (یعنی اعلائے کلمۃ اللہ) کے لیے کی جائے، وہ 'جہاد' ہے خواہ یہ کوشش انفرادی ہو یا اجتماعی، زبانی ہو یا قلمی، مالی ہو یا جانی، بشرطیکہ اس کوشش میں نصب العین 'غلبۂ دین' ہو۔

۲- کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

مسلم یا غیر مسلم معاشرہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی جانی والی کوشش تو بلاشبہ جہاد ہے لیکن اصلاح معاشرہ کے لیے کی جانے والی کوششیں مثلاً بے عمل مسلمانوں کو باعمل بنانے، بے نمازی کو نمازی بنانے وغیرہ کی کوشش 'دعوت و تبلیغ' کے زمرہ میں داخل ہیں۔ ان کوششوں کو نہ تو جہاد کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی فضائل جہاد سے متعلقہ نصوص کو ان پر منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''اسلام میں تصور جہاد'' کا صفحہ ۵۴ تا ۵۷ ملاحظہ فرمائیں۔

۳- اصلاح نفس کی جدوجہد پر جہاد کا اطلاق

دینی و شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی ذات کی اصلاح اور اس کے لیے کوشش لغوی اعتبار سے جہاد بالنفس ہے اصطلاحا اسے جہاد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۴- اقدامی جہاد میں شرطِ امام

اقدامی جہاد کے لیے بااختیار مسلم حکومت کی موجودگی ضروری ہے۔ یہاں ریاست کے مغربی تصور کے پیش نظر یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اگر مسلمانوں کا کوئی ایسا گروہ جس کے

☆ ریسرچ سکالر محدث اکیڈمی، لاہور

پاس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بھرپور وسائل موجود ہوں اور ایک ذوسلطہ امیر کی اطاعت پر وہ سب متحد و متفق بھی ہوں تو حالات کی مناسبت سے ایسا گروہ اقدامی جہاد بھی کرسکتا ہے خواہ اس کے پاس اپنا کوئی مناسب خطہ موجود ہو یا نہیں۔ اس سلسلہ میں سیدین کی تحریک جہاد کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ ایسے حالات آئندہ بھی کسی وقت پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اس وقت دنیا چونکہ جغرافیائی لحاظ سے مختلف ریاستوں میں منقسم ہے اور پرائیویٹ جہادی تنظیمیں بھی انہی ریاستوں کے افراد پر مشتمل ہیں اور ان تنظیموں کے امراء بھی 'ذو سلطہ' کی حیثیت نہیں رکھتے اس لیے موجود حالات میں کوئی پرائیوٹ تنظیم کسی غیر مسلم حکومت کے خلاف اقدامی جہاد کی مجاز نہیں۔

۶،۵-اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

جہاں تک کسی غیر مسلم حکومت کے خلاف اعلان جہاد یا اقدامی کاروائی کے لیے قوت و طاقت (وسائل) کی ضرورت کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں مد مقابل دشمن سے کم از کم نصف قوت کا ہونا اقدامی جہاد کے لیے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔ باقی رہا اقدامی جہاد کے فرض یا مستحب ہونے کا مسئلہ تو اس کا فیصلہ حالات کی رعایت سے کیا جائے گا۔ ممکن ہے متعلقہ وسائل کی موجودگی کے باوجود حالات اور معروضی حقائق اقدامی جہاد کو فرض یا مستحب کی بجائے مکروہ یا حرام کے درجہ میں لے جائیں۔ البتہ اقدامی جہاد کے ہمیشہ کے لیے منسوخ یا معطل ہوجانے کا کوئی فتویٰ عائد نہیں کیا جاسکتا۔

۷-دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

بے شک، جیسے غزوہ احزاب میں ہوا۔

۸-دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

یہ مزاحمت فرض عین ہے البتہ ''الحرب خدعۃ'' کے پیش نظر کوئی عارضی اور وقتی پالیسی بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔

۹- دفاعی جہاد میں شرط امام و مقدرت

یقیناً ساقط ہو جاتی ہے۔ [مذکورہ بالا تینوں سوالات کی مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ''اسلام میں تصور جہاد'' ص ۲۵۷ تا ۲۶۵]

۱۰- آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

اسے جہاد ہی کہا جائے گا لیکن ایسا جہاد جس میں اخلاص نہ ہو۔

۱۱- گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

اس حکومت کی نوعیت پر غور کیا جائے گا۔ اگر وہاں مسلم عوام کی کثرت رائے اور اعتماد سے کوئی ایسی صورت اختیار کی گئی ہو تو پھر اس کے خلاف مزاحمت درست نہ ہوگی اور مزاحمت کرنے والے اجتہادی خطا کے مرتکب سمجھیں جائیں گے، بصورت دیگر مزاحمت درست ہوگی۔

۱۲- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر کاروائی تو درست ہوگی بشرطیکہ غیر مقاتلین کو نشانہ نہ بنایا جائے البتہ دشمن ملک کے حلیف ممالک کے خلاف ایسی کاروائی اس وقت تک درست نہیں جب تک اس مسلح تصادم (ظلم) میں ان کی شرکت بھی ثابت نہ ہو جائے۔

۱۳- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

شہری آبادی پر حملہ درست نہیں ماسوائے کسی اضطراری صورت کے۔

۱۴- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

نہیں، الا یہ کہ سفارت خانوں کا کردار سفارت کی بجائے جاسوسی وغیرہ کی شکل اختیار کر لے۔

۱۵- دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

معاشی مفادات پر ضرب لگائی جائے گی مگر کچھ شروط کے ساتھ۔

۱۶ تا ۲۱- دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

دیگر تمام مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہو جائے گا، اس میں اعانت کی تمام ممکنہ صورتیں خود بخود شامل ہوں گی اور یہ جہاد فرض کفایہ ہوگا جس میں الاقرب فالاقرب کے اصول کا اطلاق ہوگا۔ البتہ اس سے وہ مسلم حکومتیں مستثنیٰ ہوں گی جنہوں نے حملہ آور دشمن سے عدم جنگ کا معاہدہ کر رکھا ہو اور اس معاہدے کی دشمن نے خلاف ورزی نہ کی ہو۔ حالات کی مناسبت سے اگر یہ حلیف مسلم ممالک چاہیں تو علی الاعلان اپنا معاہدہ ختم کر کے حملہ آور دشمن کے خلاف کاروائی میں شریک ہو سکتے ہیں۔

۲۲ تا ۲۴- دفاعی جہاد میں امت کا کردار

اگر مسلمان ریاستیں کسی متاثرہ مسلم ریاست کی مدد نہ کریں تو پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ شرعی مجبوری، معاہدوں کی پابندی یا کوئی اور ایسی اضطراری صورت تو نہیں؟ ان صورتوں میں متاثرہ ریاست کی مدد نہ کرنے والی ریاستوں کے عوام اپنی حکومتی پالیسیوں کے پابند ہوں گے اور از خود کسی کاروائی کے مجاز نہ ہوں گے، نہ انفرادی طور پر اور نہ ہی منظم گروہوں کی شکل میں۔ اگر مسلم ریاستیں اپنی بدعملی اور مداہنت کی وجہ سے متاثرہ مسلم حکومت کی مدد نہ کر رہی ہوں تو وہ گنہگار رہوں گی' البتہ ان ریاستوں کے عوام گنہگار نہ ہوں گے بشرطیکہ عوام نے اپنی حکومتوں کی ایسی مداہنت پر مبنی پالیسیوں پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔ اگر ان ریاستوں کے باشندگان متاثرہ علاقے کے لیے جہاد کرنا چاہیں تو وہ اپنے خطوں/ریاستوں سے ہجرت کر جائیں۔

۲۵- دفاعی جہاد میں خودکش حملے

خودکش حملہ صرف اس وقت جائز ہے، جب اس کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ بچے، اندریں صورت اپنے آپ کو بم بنا کر دشمن میں جا گھسنا مستحب ہے۔ البتہ ہوٹلوں، بسوں اور پبلک مقامات پر خودکش حملے درست نہیں کیونکہ اس کا نشانہ غیر مقاتلین بنتے ہیں۔ اس کی تفصیلات کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب "جہاد اور دہشت گردی" صفحہ ۱۴۱ تا ۱۵۴ ملاحظہ ہو۔

۲۶-دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

معاہدوں کی پابندی ضروری ہے ورنہ علی الاعلان معاہدے ختم کردیے جائیں۔ البتہ ایک استثنائی صورت یہ ہے کہ اگر فریق مخالف معاہدے کو ختم کیے بغیر خفیہ طور پر ایسی کاروائیاں کرے جو معاہدے کے منافی ہوں اور اس کے جواب میں مسلم ریاست معاہدہ ختم کرکے اسے سزا دینے کی پوزیشن میں نہ ہو تو پھر مخفی طور پر دشمن کی باغیانہ سرگرمیوں کا توڑ کیا جاسکتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''اسلام میں تصور جہاد'' ص ۱۷۱ تا ۲۹۵۔

۲۷-دہشت گردی کی تعریف

بلا معقول وجہ کے قوت کا مظاہرہ کرنا اور خوف و ہراس پھیلانا۔ [یاد رہے کہ اصطلاحات کو ان کے پس منظر میں دیکھا جاتا ہے]۔

۲۸ تا ۳۰-غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح یا پرامن مزاحمت کا جواز

مسلم حکمران کے خلاف خروج اور جہاد بعض حالات میں حرام، بعض میں جائز اور بعض میں فرض ہوجاتا ہے۔ جواز کی صورت وہ ہے جب حکمران ظالم و فاسق کے درجہ میں ہو۔ ایسی صورت میں اس حکمران کے خلاف اولاً تمام پرامن ذرائع اختیار کیے جائیں گے اور ثانیاً اگر قوت و طاقت عوام کے پاس موجود ہو اور ظالم حکومت کی تبدیلی کا امکان غالب ہو تو پھر مسلح تصادم بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ظلم و فسق کی صورت میں مسلح تصادم درجہ اباحت میں ہے۔

اگر حکمران ظلم و فسق سے بڑھ کر صریح طور پر کفر و ارتداد کے دائرہ میں داخل ہوجائے تو پھر اسے منصب حکومت سے معزول کرنا مسلم رعایا پر فرض ہوجاتا ہے اور اس معزولی کی ہر ممکنہ کوشش بھی فرض ہے مثلاً: اولاً تمام پرامن ذرائع اختیار کیے جائیں ورنہ تصادم کی راہ اختیار کی جائے۔ اگر مطلوبہ قوت اور وسائل نہ ہوں تو ان کی فراہمی کی جدوجہد کی جائے۔ کیونکہ ''مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب......'' اور اگر اس کی بھی کوئی سبیل نہ ہو تو پھر اس خطہ سے ہجرت کرنا (بقول جمہور اہل السنہ) فرض ہوجاتا ہے۔ لیکن عصر حاضر میں ہجرت

کر کے دوسری ریاست کی اقامت اختیار کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ یہ بھی ایک قابل غور مسئلہ ہے!

۳۱۔مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

فقہی اختلافات یا تاویل پر مبنی اختلاف رائے کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جاسکتا۔

۳۲،۳۳۔مسلمانوں کی باہم تکفیر

حکمت کے ساتھ متہم کی گمراہی مستند دلائل سے واضح کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور اگر پوری طرح شرح صدر ہو بھی جائے کہ فلاں شخص کفر کا مرتکب ہونے کی وجہ سے کافر ہے تو پھر بھی اسے قتل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔[حکمرانوں کے خلاف خروج کی ممکنہ صورتوں اور عصر حاضر کے تقاضوں کے حوالے سے راقم الحروف کی کتاب ''جدید فقہی مسائل'' کا صفحہ ۳۸۱ تا ۴۲۹ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔]

☆☆☆☆☆
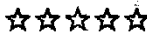
پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی☆

۱- جہاد کی تعریف

وہ تمام انفرادی واجتماعی مساعی جو خالصتاً اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے انجام دی جائیں جہاد کہلاتی ہیں۔

۲- کار دعوت پر جہاد کا اطلاق

یقیناً

۳- اقدامی جہاد

ظلم اور فساد متحقق ہو اور اس کو روکنے کی قوت وصلاحیت ہو تو پھر اقدامی جہاد فرض ہوگا۔

۴- اقدامی جہاد میں شرط امام

اگر قائد موجود ہے (سربراہ مملکت) تو جہاد کا اعلان وہی کر سکتا ہے۔

۵- اقدامی جہاد میں شرط مقدرت

آج کے حالات اور جدید ترین اسلحہ کی موجودگی میں قدرت اور کامیابی کے غالب گمان کا فیصلہ سربراہ مملکت دفاع کے ذمہ دار لوگوں سے مشورہ کے بعد کرے گا۔

۶- اقدامی جہاد کی شرعی حیثیت

مسلمانوں کی اعانت کرنا اور انہیں اغیار کے تسلط سے بچانا ضروری ہے۔

۷- دفاعی جہاد میں مسلم عوام کا کردار

صورت حال کو دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۸- دفاعی جہاد میں عوامی مزاحمت کی شرعی حیثیت

کبھی فرض عین اور کبھی فرض کفایہ۔

☆ شریعہ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

۹-دفاعی جہاد میں شرط امام و مقدرت

قائد کا تعین تو ہر صورت میں مقدم ہے۔

۱۰-آزادیٔ وطن کے لیے جدوجہد

معاملے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ آزادی کی تحریکوں اور خالصتاً جہاد میں فرق رکھنا ضروری ہے۔

۱۱-گماشتہ مسلم حکومت کے خلاف جدوجہد کی شرعی حیثیت

اگر نیت اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور دین کی بالا دستی مقصود ہے تو مزاحمت جہاد میں شمار ہوگی۔

۱۲-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے اندر حملہ کرنا

بین الاقوامی قوانین اور معاہدات کی پاسداری ضروری ہے۔

۱۳-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کی شہری آبادی پر حملہ کرنا

ہمارے فقہا نے احکام قتال پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

۱۴-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے سفارت خانے پر حملہ کرنا

شریعت سفارتی نمائندوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔

۱۵-دفاعی جہاد میں دشمن ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا

اگر اس ملک نے مسلمانوں کے معاشی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے تو مسلمانوں کی جانب سے جوابی تدبیر ہوسکتی ہے۔

۱۶-دفاعی جہاد میں مسلم ممالک کی ذمہ داری

ان پر بھی فرض ہوگا اگر اس کی ضرورت ہو۔

۱۷-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلمان ملکوں کی ذمہ داری

اگر مجاور حکومتیں نمٹ سکتی ہوں اور قبضہ ختم کرا سکتی ہوں تو انہیں ایسا کرنا چاہیے۔

۲۰-دفاعی جہاد میں ہمسایہ مسلم ممالک کی ذمہ داری کی حدود

اعانت کی نوعیت کا فیصلہ تو جارح اور اس کی جارحیت کا اندازہ کرکے ہی کیا جاسکتا ہے۔

۲۶-دفاعی جہاد میں بین الاقوامی معاہدوں کی حیثیت

یہ دیکھا جائے گا کہ کیا جارح مملکت نے بھی بین الاقوامی معاہدوں اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کی ہے؟

۲۸-غیر اسلامی حکمرانوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا جواز

دستور میں حکمرانوں کی تبدیلی کا جو طریق کار متعین ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

۳۰-غیر صالح مسلم حکمرانوں کے خلاف پرامن جدوجہد کی شرعی حیثیت

دعوت ونصیحت اور اصلاح کا عمل ضروری ہے اور مسلسل جاری رہنا چاہیے۔

۳۱-مسلمانوں کی باہم تکفیر کی شرعی حیثیت

علمی بنیادوں پر ایک دوسرے کے سامنے اپنا نقطہ نگاہ واضح کرنا چاہیے۔

۳۳-مسلمانوں کی باہم تکفیر میں فرد کا قانون ہاتھ میں لینا

ہرگز نہیں۔

☆☆☆☆☆

مشترکہ اعلامیہ

جہاد اور دہشت گردی کی عصری تطبیقات کے موضوع پر مجلس فکر و نظر کی طرف سے طلب کردہ پاکستان کے مختلف مکاتب فکر اور اداروں کے علماء، محققین اور اسکالرز کا یہ اجلاس، منعقدہ لاہور ۲۲ مارچ ۲۰۰۵ء، مندرجہ ذیل مشترکہ اعلامیہ کا اعلان کرتا ہے:

جہاد

یہ کہ:

۱۔ اسلامی احکام پر عمل اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کی جانے والی ہر وہ کوشش جو فی سبیل اللہ ہو اسلامی اور شرعی جہاد ہے۔

۲۔ جہاد اسلام کا انتہائی اہم حکم ہے اور وہ قیامت تک کے لیے ہے۔

۳۔ اگر کسی مسلمان ملک پر کفار ناحق حملہ کر دیں تو وہاں کے مسلم حکمران اور عوام کا فرض ہے کہ اس کی ہر طرح سے مزاحمت کریں یہاں تک کہ جارح کو ملک سے باہر نکال دیں اور مسلمانوں کا اقتدار بحال ہو جائے تا کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

۴۔ مذکورہ صورت میں مجاور اور دیگر مسلمان ممالک کا فرض ہے کہ وہ حتی المقدور اس مسلم ملک کی حمایت کریں کیونکہ سارے مسلمان ایک امت ہیں۔

۵۔ صحیح اسلامی اور شرعی جہاد (بمعنی قتال) میں بوقت ضرورت ایسی لڑائی میں شرکت اعلیٰ درجے کی عزیمت ہے جس کا نتیجہ پہلے سے واضح طور پر شہادت نظر آ رہا ہو۔

دہشت گردی

۶۔ جہاد (بمعنی قتال) کے علاوہ کسی مسلم حکومت، تنظیم یا فرد کا قانون ہاتھ میں لینا اور مسلح کاروائی کرنا دہشت گردی ہے الا یہ کہ مسلم حکومت باغیوں اور قانون شکنوں سے نمٹے یا حکمرانوں کے کفر بواح کے نتیجے میں مسلمان عوام متحد ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

۷- کسی کافر حکومت کا ناحق کسی مسلمان حکومت پر چڑھائی کرنا، اس کا اقتدار ختم کرنا اور مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانا بھی دہشت گردی ہے۔

مسلمانوں کے داخلی معاملات

۸- کسی مسلم ملک کا دوسرے مسلم ملک پر حملہ کرنا ناجائز ہے اور یہ جہاد نہیں۔

۹- اختلاف عقیدہ اور فکر ونظر کی بنیاد پر کسی مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہنا اور اس کے خلاف ہتھیار اٹھانا ناجائز ہے، جہاد نہیں۔ نیز کسی فرد یا مسلم گروہ کو غیر مسلم قرار دینا اور اس کے خلاف کاروائی کرنا ریاست کا کام ہے نہ کہ کسی فرد یا پرائیویٹ تنظیم کا۔

۱۰- اگر کوئی مسلم حکومت اسلامی احکام پر پوری طرح عمل نہ کرے اور نہ کرائے تو اسکی اصلاح اور اسے بدلنے کی کوشش پر امن طریقے سے ہوگی الا یہ کہ اس کے کفر بواح کے نتیجے میں مسلمان متحد ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

جہاد کے باب میں مندرجہ بالا موقف طے کرنے کے ساتھ ہی ہم اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کر سکتے کہ امت مسلمہ اس وقت کمزور اور منتشر ہے اور اس کی بقاء خطرے میں ہے۔ لہٰذا اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے دو لازمی تقاضے ہیں:

ایک: یہ جانتے ہوئے کہ مسلمانوں کی عزت وقوت کا منبع دین حنیف سے ان کے تمسک میں ہے، ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں، ہر قسم کے اختلاف وانتشار سے بچتے ہوئے بنیان مرصوص بن جائیں، ہر قیمت پر جسد ملت کی حفاظت کریں اور اسلام کی عظمت وشوکت کی بحالی کے لیے ہر طرح کی کوششیں بروئے کار لائیں۔

دوسرے: اپنے موقف سے دستبردار ہوئے بغیر ہم اسے حکمت، فراست اور قوت کے ساتھ غیر مسلموں کے سامنے رکھیں اور اس کی حکمتیں اور اس کا معقول اور مناسب ومعتدل ہونا ان پر واضح کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)